سرابِ ساحل

عبدالعزیز خالد

سرابِ ساحل

غزلیں

وہ شاعر شعر کے ہر گھاٹ پر پیتا ہے جو پانی
بچے کس طور خالدؔ! لفظ و معنی کے توارد سے؟

یہ میرے حُسنِ تغزّل کا تازہ مجموعہ

ہوا ہے جس میں قلمبند حرفِ رازِ دروں

میں "طاب طاب" کی مانند ثبت کرتا ہوں

بنامِ عفّتِ موہانی انتساب اس کا

وہ ذوفنوں وہ سراپا فسانہ وافسوں

نہیں ہے جس سا کوئی دوسرا مرا شیدا!

سرابِ ساحل

عبدالعزیز خالد

مقبول اکیڈمی
سرکلر روڈ چوک اردو بازار لاہور

2010

اہتمام ملک مقبول احمد

ناشر مقبول اکیڈمی

سرورق

مطبع خورشید مقبول پریس

قیمت 350 روپے

فہرست

۱

دیکھ کر ہر رُوئے زیبا کو مچل جاتا ہے دل
موم کی مانند سینے میں پگھل جاتا ہے دل

باور آیا آشنا کو ناشناسا دیکھ کر
کتنا طوطا چشم ہے، کیسے بدل جاتا ہے دل

مجھ سے کیا لیتے ہو اس کی ہرزہ گردی کا حساب
چھوڑ کر مجھ کو اکیلے ہی نکل جاتا ہے دل

شہرِ عصمت کے در و دیوار سے وحشت اسے
کوئے تہمت میں مگر آنکھوں کے بل جاتا ہے دل

گو گرانباری کرے اس پر نزولِ غم، مگر
خود بخود آہستہ آہستہ سنبھل جاتا ہے دل

جس کی تہ پانے میں سرگرداں رہے برسوں دماغ
باتوں باتوں میں وہ خفیہ چال چل جاتا ہے دل

بے قلم اس کی نوشت، اس کا تکلّم بے سخن
رمز داں ایما کے ہر اک سانچے میں ڈھل جاتا ہے دل

چشمِ آز اس کی متاعِ دین و دانش پر رہے
دوست دشمن سب کو موقع پا کے چھل جاتا ہے دل

خیر و شر اس کا مشیّت نے اسے القا کیا
پھر بھی جانے جا و بیجا کیوں پھسل جاتا ہے دل

اندرونِ شہرِ تن پہرے میں رہتا ہے مگر
کوئی عیّار آ کے چپکے سے مسل جاتا ہے دل

گاہ خاطر میں نہ لائے ملک و تخت و تاج بھی
گاہ طفلانہ کھلونوں سے بہل جاتا ہے دل

گہ سمومِ جور و ایذا بھی دمِ عیسےٰ اسے
اور گہ لمسِ محبّت سے بھی جل جاتا ہے دل

شہ ذرا بھی دو اسے تو ایکدم سر پر چڑھے
اور گر ٹالو اسے خالدؔ تو ٹل جاتا ہے دل!

۲

نظر آئے نہ کوئی دلبرِ دلدار مجھے
کروں خود کو سبک، اظہارِ تمنا کرکے؟
میں نہیں شاملِ رندانِ تنک بادۂ فن
کوئی مرد افگنیِ مے کا مجھے طعنہ نہ دے
سانس لینا بھی ہے دشوار، گھٹن اتنی ہے
تا دمِ بازپسیں کیا یونہی جینا ہے مجھے؟
کس نے زنجیر کیا بحر کی طغیانی کو؟
تار کس نے نفسِ بادِ صبا کے باندھے؟
مرے ہونے کی گواہی ہے مری گویائی
جرأتِ فکر ملی، ہمتِ اظہار ملے!
بے نوا ہوں میں کسی چیز کا محتاج نہیں
مرا لا حاصل و حاصل ___ نفرے خوش گذرے

رہے آباد خراباتِ محبّت یارب!
ہمیں نوشابِ لبِ لعل ملے یا نہ ملے

ہم نہیں وہ جو ہیں نازندہ بہ سرمایۂ خویش
کیف چیزے دگرے، نشّہ ہے چیزے دگرے

اڑتے بادل کی طرح ہے رمِ عمرِ گزراں
دولتِ انفاس کی ہر نفس کو نپ تل کے ملے!

۳

لوگ باتوں کا بتنگڑ نہ بنالیں یارو
قصۂ عشق ہے مشروح و مفصّل نہ کہو

ہم مراعات و مباحات کے جویندہ نہیں
ہے مفرِ غم سے تہِ چرخِ مقرنس کس کو؟

بلا اکراہ و تشدّد برضا و رغبت
ہے وہی ترک کہ جو دیدہ و دانستہ ہو

طمع و خوف ولجاجت سے پکارو لیکن
کارِ طاعت کو بہ اغراض معلّل نہ کرو

اپنا اثبات ہر اک ہستیِ بینا پہ ہے فرض
غیر کی آگ کا ایندھن نہ بنو، ہم نفسو!

طینت انسان کی مائل بہ بدی رہتی ہے
ملو لوگوں سے مگر ان کی خباثت سے ڈرو

اگر اسلام کا دعویٰ ہے تو راہِ حق میں
جو ضرورت سے زیادہ ہے اسے خرچ کرو!

۴

پھُولی ہے شفق گو کہ ابھی شام نہیں ہے
ہے دل میں وہ غم جس کا کوئی نام نہیں ہے

کس کو نہیں کوتاہیِ قسمت کی شکایت؟
کس کو گلۂ گردشِ ایام نہیں ہے؟

افلاک کے سایے تلے ایسا بھی ہے کوئی
جو صیدِ زبوں مایۂ آلام نہیں ہے؟

چھلکوں کے ہیں انبار مگر مغز ندارد
دنیا میں مسلمان تو ہیں اسلام نہیں ہے

ایمان نہیں مومن کا مکافاتِ عمل پر
امیدِ کرم کیا طمعِ خام نہیں ہے؟

مسجد ہو خرابات ہو یا کوئے بتاں ہو
اس قلبِ تپاں کو کہیں آرام نہیں ہے

اے ماہ وشو! لالہ رخو! وصل کی ہم کو
خواہش تو ہے بیشک مگر ابرام نہیں ہے

کیفی ہیں مےِ نابِ خُمِ مُہر شدہ کے
ہم کو طلبِ دُردِ تہِ جام نہیں ہے

لفظوں کے درو بست پہ ہرچند ہو قادر
شاعر نہیں جو صاحبِ الہام نہیں ہے

ہر بات ہے خالدؔ میں پسندیدہ و مطبوع
اک پیرویِ رسم و رہِ عام نہیں ہے!

۵

فریبِ مدح نہ کھا، غم نہ کر مذمت کا
نہیں ہے تیرے سوا کوئی خیر خواہ ترا

دو آنکھیں ان کی مگر سینکڑوں نگاہیں ہیں
حدیثِ عشق کا ممکن ہے کس طرح اخفا؟

ہر اک بُت کو ہے دعویٰ: انا ولا غیری!
ہر ایک شخص ہے اپنی نگاہ میں یکتا

شکست و ریختِ افکار سے میں واقف ہوں
ہوئی طبیعتِ معنی نورد مجھ کو عطا

محبتوں کی خزاں بھی بہار بھی دیکھی
نہیں ہے نسخۂ الفت میں بابِ مہر و وفا

خیالِ وعدۂ فردا سے مست و سرخوش ہوں
کہ ہو نہ حوصلہ عاشق کو ترکِ صحبت کا

وہ کھلکھلا کے ہنسے جیسے جلترنگ بجے
دو آتشہ ہے شراب و شباب کا نشہ

میں خواب ہائے دروغین سے خود کو بہلاؤں
کوئی بہانہ تو آخر ہو زندہ رہنے کا

گنوا دی عمرِ گراں مایہ بس یونہی ہم نے
بہ پیچ و تابِ غمِ دہر دکا دِ مشرہ!

۶

میں بات کون سے پیرایۂ بیاں میں کروں؟
جو سوچتا ہوں اسے کس زبان میں لکھوں؟
کتر دیئے ہیں زمانے نے پنکھ خوابوں کے
بھرا ہے ساغرِ حسرت میں آرزوؤں کا خوں
نہیں ہے کشتۂ خوباں کا خوں بہا کوئی
اے اہلِ شوق نہ کھاؤ فریبِ حرفِ فسوں
زمامِ راحلۂ دل خرد کے ہاتھ میں دو
کہ مارتی ہے ہوس اس نواح میں شبخوں
اب اس کو خانہ خرابی کہو کہ معموری
زمیں میں ساتھ خزانے کے دھنس گیا قاروں
بنو تمیم ہو تم ، میں سلامہ بن جندل
بلا جواز تمھاری ثنا میں کیسے کروں؟
شہیدِ علم بھی ہوں زندۂ محبت بھی
بفیضِ ذوقِ سلیم و طبیعتِ موزوں

شریکِ زمرۂ محنت کشاں ہے شاعر بھی

بہائے صد نفسِ خونچکاں ہے اک مضموں

اناڑی پن نہ کہو میری سادہ لوحی کو

ہوں نونیاز مگر کہنہ مشقِ جذب وجنوں

بلائے جبر بھی ہے پائے اختیار بھی ہے

قصوروار ہوں مَیں یا صدائے کُن فیکوں؟

ورائے فرّۂ فرہنگ دیکھو رنگِ سخن

ابُوالکلام نہیں میں اَبُوالمُعانی ہُوں!

۷

یلغار کرے دل پہ فشارِ غمِ پنہاں
دامن کو جلا دے نہ چراغِ ترِ داماں!

ہم غیر کے منّت کشِ احساں نہیں ہوتے
شدّاد کی جنت ہے ہمارے لیے زنداں

ہر لمحہ دو عالم سے گراں مایہ ترا اس کا
کم ہوتے ہوئے بھی نہیں کم عمرِ گریزاں

ناموسِ جوانانِ گلستاں کا امیں ہے
وہ بلبلِ نالاں کہ ہے پت جھڑ میں غزلخواں

دیکھے وہ مجھے دیدۂ عبرت سے کہ جس نے
دیکھی نہ ہو افسردگیِ سوختہ جاناں

حیرت ہے کہ رُوپوشیِ خوباں بھی ہے خالدؔ
منجملۂ اسبابِ فروغِ رُخِ تاباں!

۸

فنکار ہُوا کارِ بیاں کے لیے پیدا
صیقل گریِ فکر و نظر کام ہے اس کا

کیناٸے نہ اظہارِ حقیقت سے وہ زنہار
ہر چند کرے مصلحتِ وقت تقاضا

اللہ نے عہد اس سے لیا تھا دمِ میثاق
توہینِ بشر کو وہ کرے گا نہ گوارا

ہر دورِ زمانہ کے ہیں احوال وظروف اور
آسان نہیں اُمّتِ مرحومہ کا اِحیا

بس یہ ہے پراگندگیِ حال کا باعث
ہر چیز مِلی کل کے لیے کل جو نہیں آیا

رکھ ان کی خباثت سے خدایا ہمیں محفوظ
کرتے ہیں جو پاکیزگیِ نفس کا دعوٰی

ہر ایک کو تسبیح وصلوٰۃ اپنی ہے معلوم
اے واعظِ سودازدہ! خاموش خدارا!

برباد خرافات نہ کر عمرِ گرامی
کھویا ہُوا موقع کبھی واپس نہیں آتا

ہر لمحۂ روشن کو ٹھہرنے کے لیے کہہ

بیکار نہ جانے دے کوئی فرصتِ یغما

سیمرغِ بیاباں کو قفس راس نہ آئے

جسموں کی غذا اور ہے، رزق اور دلوں کا ...

انصاف و مساوات ہے مانگ اہلِ جہاں کی

درکار بقا ہے روشِ صلح و مدارا

رکھ ان کو برومند و ترو تازہ و آباد

بندے ہیں خطا کار ترے بارِ الہٰا!

کم ظرف سے امید بھلائی کی عبث ہے

دھونے سے کبھی کوئلہ دھولا نہیں ہوتا

اک پیاس ہے ایسی کہ جو بجھتی نہیں مے سے

اک درد ہے ایسا کہ نہیں جس کا مداوا

دلگیر نہ ہو بے رخیِ حُسن سے خالد!

جز عربدہ و عشوہ حسینوں کا ہنر کیا؟

۹

بدلتے ہوں ہر آن انداز جس کے
گرفتِ مو قلم میں آئے کیسے؟
سراپا اس کا کس صورت بیاں ہو
کبھی مرمر کو دیکھا سانس لیتے؟
خود آگاہی سے صیقل ساحر آنکھیں
ولایت سلب کر لیں اک نظر سے
ہوائے شام میں جھانجھر کی جھنکار
صدا گرتے ہوئے جھرنے کی جیسے
کمینے سے نہ امیدِ وفا رکھ
بدی کرتے ہیں بد نیکی کے بدلے
بیئیں ہم پانی اپنا مول لے کر
رہیں ڈیرے سلامت ڈاکوؤں کے
یہی ہے عصرِ حاضر کا تقاضا
گریبانِ حیا کو چاک کر دے

دریدہ تن مُلیکہ بنتِ صَنیزُن

ملا کیا تجھ کو غدّاری کے بدلے؟

خدا حافظ ہے ابنائے وطن کا

دلوں پر قفل ہیں آنکھوں پہ پردے

ابج کی لے ہمیشہ پیرِ گردوں

اٹھے طوفاں تنورِ پیر زن سے

مرورِ وقتِ ناپیدا کراں میں

خدا جانے ہمارے دن ہیں کتنے؟

کشش ہے خاکِ بطحٰی کی بعینہٖ

سمندر جیسے دریاؤں کو کھینچے

ازل سے بادیہ پیمائے حسرت

دلِ شاعر ہر اک وادی میں بھٹکے!

تفصیل کے لیے دیکھیں "مزمورِ مغنّی" اور "فارقلیطا" (چوتھا ایڈیشن)

۱۰

دستبردِ مرگ کا کیا ڈر مجھے

میں ازل سے ہوں ابد تک کے لئے

معجمِ پیغمبر و قاموسِ رب

ایک امّت ہوں میں اپنی ذات سے

آزرِ بُت خانۂ آہنگ و حرف

نسبت ابراہیم سے بھی ہے جسے

کب تک انکارِ نشاطِ زندگی؟

کھول دو دروازے شہرِ شوق کے

اے فسوں ساماں نگاہِ رازداں!

اس لبِ لعلیں کے وعدے کیا ہوئے؟

دل دھڑک اٹھتا ہے جس کے نام پر

سرکشے، بالا قدے، لالہ رُخے

پیرہن قوسِ قزح کا زیب تن

ارغواں رخسارے، میگوں طلعتے

جس کی آنکھوں میں جلے نارِ مجوس

حبب جلے مثلِ بتِ بابل چلے

رونقِ دنیا و ما فیہا بجا

ضیق میں ہے خوفِ عقبیٰ ہے جسے

مِنْ لِقَاءِ رَبِّهِمْ فِيْ مِرْيَةٍ

لوگ غافل ہیں مآلِ کار سے

دیدۂ ناظر نہ گوشِ مستمع

اس فضا میں کوئی کیسے سانس لے؟

ہرطرف سچائیوں کا قتل ہے

دم گھٹے سینے میں دُودِ آہ سے

جارہی ہے رائیگاں عمرِ عزیز

عرصۂ فانی میں خالدؔ کیا کرے؟

۱۱

کوئی[1] سینہ دہر میں بے غم نہیں
غم گساری کیمیا سے کم نہیں

تو نے ہی بخشا مجھے یہ دردِ دل
تو ہی میرے حال کا محرم نہیں

دربدر ہیں دردمندانِ فراق
کوئی ہمسایہ نہیں ہم دم نہیں

ہو خبر کیسے کہ کوئی گلبدن
زینبِ[2] سلام بِن مشکم نہیں؟

ہم سخن ور ہیں مگر فینا بکاء[3]
آہوئے صحرا ہیں ذوقِ رم نہیں

۱: در جہاں ہیچ سینہ بے غم نیست غمگساری زکیمیا کم نیست
خاقانی

۲: وہ یہودیہ جس نے خیبر میں حضورؐ کو زہر آلود گوشت کھلایا

۳: ؎ ہم میں کچھ لوگ کم سخن بھی ہیں

قولِ رسولؐ :- "نَحْنُ مَعَاشِرَ الْاَنْبِیَآءِ فِیْنَا بُكٌّ وَبَكَاءٌ"
"اِنَّا مَعْشَرَ النَّبِیَآءِ بِكَاءٌ"

؎ خدا کے فرستادے ہوتے ہیں کم گو

ٹوٹے آخر ہر طلسمِ سامری
جھوٹ کی بنیاد مستحکم نہیں

کس طرح حاصل ہو وصلِ دلربا!
دسترس میں کاکلِ پُرخم نہیں

نوش کر صہبائے تندِ خُم شکن
کیا یہ دل بندِ بنی آدم نہیں؟

حاضر و ناظر خدا کے باوجود
کارِ دنیا درہم و برہم نہیں؟

فَاستَعجِلُ اَلوَقتُ سیفٌ قاطعٌ
زخمِ غفلت کا کہیں مرہم نہیں

گھر نیا آباد کر اے مُشتِ خاک!
یہ بنائے آب و گِل محکم نہیں

کون خالد؟ ابنِ عَبدِ رَبّہٖ
ہے ولی پہ کفر میں بھی کم نہیں!

۱۲

آشکارا ہے کس پہ سرِّ نہاں؟
کون جانے حقیقتِ ایماں؟

روزِ اوّل ہی سے مخمّر ہے
سہو و نسیاں سے طینتِ انساں

ناز کرتے ہیں بے نیازی پر
خوئے خوباں، تخلّفِ پیماں

ہم خدا سے خدا کے ہیں طالب
جنّت و حور کے نہیں خواہاں

دوسری بار ایک ہی بِل سے
نہ ڈسا جائے صاحبِ ایماں

آنکھیں اشکوں سے تر رہیں جبتک
ان پہ نازل ہو رحمتِ یزداں!

۱۳

اے بہارِ رنگ و رامش ! اے نگارِ شوخ و شنگ !
تیرے ہونٹوں کا نشہ مے میں، ترے عارض کا رنگ
شامل آہنگِ صبا تیرے خرامِ ناز میں
نغمہ ریز آواز میں زیر و بمِ مردنگ و چنگ
بوئے مشک و غالیہ آئے لباس و جسم سے
مس نہ ہوں پشت و شکم سے جامہ ہائے چست و تنگ
جس طرح سورج کی کرنوں سے کھِل اٹھتا ہے کنول
تیرے دیکھے سے یونہی بجتا ہے دل کا جلترنگ
مرگ نینی، کامنی، من موہنی ، گج گامنی
شعلہ رُخ، شمشاد قامت، نوش لب، شاداب رنگ
سانولا مکھڑا، رسیلی لٹ پٹی البیلی چال
شعلہ ہائے زیرِ داماں سے دہکتا انگ انگ

کس سے سیکھی تو نے خوئے وحشت و بیگانگی!

کس نے شہد آلود ہونٹوں میں بھرا زہر دو رنگ؟

کربِ پیمانِ وفا کا ہو تجھے احساس کیا

تو نے دیکھی ہی نہیں تکلیفِ دستِ زیرِ سنگ

اے نکو محفر نہ کر خالد سے یوں صرفِ نظر

قطب الاقطابِ ولایاتِ سخن ہے یہ ملنگ!

١٤

دشت و میداں میں شجر کاری کر
رکھ نہ اے دل مگر امیدِ ثمر

جی نہ محنت سے چُرا، لیکن کر
گزر اوقات مسافر بن کر

ضبطِ گریہ ہو گلوگیر مگر
ہے کمالِ ہنر اخفائے ہنر

عارفِ ذات بنا ہم کو بھی
اے خداوندِ رسولِ اکبرؐ!

دلِ بینا ہو عطا ہم کو بھی
اے خداوندِ ابوبکرؓ و عمرؓ!

ملے اعجازِ نوا ہم کو بھی
اے خداوندِ انیس و ہومر!

کیا کریں ملّتِ بیضا کا بیاں
کوئی رہبر نہ کوئی سمتِ سفر

زیست ہم اہلِ ملامت کریں یوں
جیسے ارجن رہے بیراٹ کے گھر

ہمیں سمجھو نہ گدا پیشۂ فن
ہم بھی ہیں اپنی جگہ پیغمبر

کون ہے شاملِ اہلِ حکمت؟
کون ہے داخلِ اربابِ نظر؟

صبح دم کون بجاتا ہے جرس؟
کون پو پھٹنے کی دیتا ہے خبر؟

ربِّ افواج! تری دنیا میں
غالب آیا کبھی تیرا لشکر؟

اوج پر طالعِ طاغوت مدام
اور بوذر ابدًا شہر بدر

جھوٹ کرتا ہے وکالت سچ کی
مکر سے کون ہے طاقت ور تر؟

جانے خاکد کے ہیں کیوں حلقہ بگوش
نکتہ سنجانِ معانی پرور؟

اس نوا سنجِ سرودِ نو کو
آیتیں یاد، حدیثیں ازبر

اس کے ماں باپ پہ اپنی رحمت
اے خداوند خدا! نازل کر!

۱۵

پاک پروردگار تیرے سوا
کون پرسانِ حال ہے میرا؟
حقِ اظہار و انحراف نہیں
پھڑپھڑاتا ہوں اُڑ نہیں سکتا
ریزگاری نکال لی کس نے؟
کیسۂ عمر کس نے کاٹ لیا؟
پڑ گیا ماند کس طرح کُندن؟
کیسے بے آب ہو گیا سونا؟
دیکھو بزمِ جہاں کی رونق، کیا
ایک دم کا دمامہ ہے دنیا؟
ہاتھ آئے نہ فرصتِ رفتہ
گھڑے ڈھلکائے بوند کا چوکا
اب تأسف سے فائدہ؟ افسوس
میں نے جرأت سے کیوں نہ کام لیا؟
کھیل دل کا وہ کھیل ہے جس میں
جیت کی جے نہ ہار کی چنتا
روحِ انساں کی کہکشاؤں کو بھی
اے ستارہ نگر! کبھی دیکھا؟

کیا حقیقت ہے فتنۂ دجّال؟
کیا مسیحا دوبارہ آئے گا؟

۱۶

کاش مجھ کو بھی پیمبر نے پکارا ہوتا:

اِمرءُالقیس کی مانند: امیرالشعراء!

میں سخنور ہوں محبت ہے مجھے لفظوں سے

راہِ معنی میں یہی زادِ سفر ہے میرا

مجلسِ اہلِ دروغ بھی ہے فرح بخش مگر

اور ہی صحبتِ اربابِ جنوں کا ہے نشہ

میں کہ ہوں محرمِ خوباں، نہیں مجھ سے پنہاں

کوئی اندازِ زلیخائیِ بنتِ حوّا

کریں گونگوں کو عطا اہلِ نوا گویائی

آئے کسب ان کو کلیمی و مسیحائی کا

ہیں سب اربابِ جفا دشمنِ آزادیِ فکر

امن کے نام پہ رکھتے ہیں بدامنی کو روا

کریں اصلاحِ زمانہ وَنَسُوْا اَنْفُسَهُمْ

بنتے ہیں ضال و مُضِلّ مدعیِ خیر و ہدیٰ

عقل کیا ہے؟ فقط اقرارِ قصورِ عرفاں

علم کیا ہے؟ فقط آگاہیِ لا علمیٔ ما!

تو گرفتارِ محبت سے یہ کہتا ہے مجھے

"تیرا تجھے ہیں سدا تفرقہ ڈالے سیدا"

"نازو انداز ملا ہند کو، بہ نانِ گرِ حسن"

جانے معیار تھا کیا سعدیِ شیرازی کا؟

تیرے گالوں میں نمک ہے تیرے ہونٹوں میں مٹھاس

مئے لعلیں کہاں؟ بام میں شہد ہے ترا

برف زاروں پہ شفق پھوٹتے دیکھی ہے کبھی؟

چاندنی کو کبھی بُرجوں سے سرکتے دیکھا

نوکری میں کٹی عمر اور تہی دستی ہیں

رزق کے نو بٹہ دس حصے تجارت میں ہیں کیا؟

نفسِ کافر کو کروں کیسے مسلماں خالد؟

کس قدر اس متفنّی نے مجھے تنگ کیا!

۱۷

کیا رگِ تاک سے ہے شیرازۂ جمعیتِ دل؟

سوزِ بیگانہ کی محتاج ہے کیفیتِ دل؟

سلطنت بلخ کی ٹھکرائے براہیم ادھم

بڑھ کے ہر عیش سے ہے عشرتِ حریتِ دل

ہے زمانے سے الگ اس کا نظامِ اقدار

سرِّ سربستۂ تقدیر ہے اصلیتِ دل

اہلِ معنی کو غمِ بے سر و سامانی کیا!

ہو ظواہر سے نہ اندازۂ حیثیتِ دل

چمنِ غیر کو بھی اپنے لہو سے سینچے،

کوئی دیکھے تو در و بستِ ربوبیتِ دل

نارسیسس کی طرح مستِ تماشا، خالدؔ!

خود پسندی کا ہے اک روپ روائیتِ دل

۱۸

سجی ہے محفلِ مینو مشاکل
ہیں سرگرمِ سخن یارانِ یکدل

نگاہِ گل نگاہِ واپسیں ہے
ہے جس میں خونِ نظارہ بھی شامل

شرابِ آسمانی ہم نے پی ہے
ہے جامِ جم ہمیں زہرِ ہلاہل

وصالِ مہ رخاں سے ہم نے پایا
کہ ہر تحصیل ہے تحصیلِ حاصل

سکونِ دل ہے ناآسودگی میں
دلِ دریا کو ہم کہتے ہیں ساحل

جرس کا نالہ بے تاثیر کیوں ہے؟
پڑے سوتے ہیں شب بیدار غافل

نویدِ اوجِ حق کے بعد بھی کیوں
وہی ہے زور و استیلائے باطل؟

ادھر پھولوں کو غم پژمردگی کا
ادھر آزردگی ہائے عنادل

مرا رہبر ہے ذوقِ رہ نوردی
نہیں میرے سفر کی کوئی منزل

اگرچہ سادہ لگتا ہوں، یہ سمجھو
فنونِ عشق میں مجھ کو نہ جاہل

حضورِ نکتہ سنجانِ سخن، میں
کبھی باقل کبھی سحبان وائل

پیمبر ہوں میں دینِ شاعری کا
ہوں مجھ پر آسماں سے حرف نازل

جسے آتی نہیں اونگھ اس خدا سے
ملی ہے نعمتِ بیداریِ دل

عجب شے ہے دلِ خود مست خالد
کمالِ غیر کا منکر نہ قائل!

۱۹

خاکسارانِ محبت کو نہ سمجھو بے نوا
خاکِ راہِ عشق رکھتی ہے اثر اکسیر کا

ہے شہیدِ عشق زندہ اس کو مُردہ مت کہو
منزلِ تسلیمِ جاں ہے جادۂ ملکِ بقا

رات دن میں کیوں نہ محوِ خامہ فرسائی رہوں
ان کہی باتوں کے لاوے سے جلے سینہ مرا

ازدحامِ لفظ و معنی گرچہ بے قابو نہیں
ایک ہنگامہ سا رہتا ہے مگر پیہم بپا

تیرے اشکوں کی نمی مجھ کو جلائے گی ہمیشہ
کیسے تو نے آگ کو پانی میں پوشیدہ کیا؟

قول بے ڈھب ہے نظامیؔ کا: کسی کو دل نہ دے!
شاید اس کے دور میں دستورِ دل بُردن نہ تھا!

کیا کروں میں بھی سرِ بازار لالے کی طرح
آشکارا داغ ہائے دوستانِ بے وفا؟

لوگ ہیں سرمستِ مے، ہیں ہم خروشِ چیزے دگر
ایک جلوے نے مجھے لا یعقل و بے خود کیا

مایۂ آبادی و سامانِ بربادی نہ پوچھ
ایک دل جو نت نئے آزار میں ہے مبتلا

پاس جو کچھ بھی ہے میرے وہ مِرے مولا کا ہے
تھا سوال اِک پھول کا اس نے گلستاں دے دیا

بادہ و خوشنابہ ہیں یکساں ہم اہلِ درد کو
نام ہے سوزِ نفس ترکِ حظوظِ نفس کا

ساری مخلوقات پر اپنے کو ہم ترجیح دیں
اپنی استعداد سے بڑھ کر کریں ہم ادّعا

ہو کشودِ کارہائے بستہ خالد کس طرح
ناخنہ آنکھوں میں، ذہنوں میں کجی، دِل میں گرہ!

۲۰

ہوں کون؟ کہاں جاؤں گا؟ آیا ہوں کہاں سے؟
کرتا ہُوں زمیں سے یہ سوال اور زماں سے
حکمت تو عطیہ ہے خداوند خدا کا!
کچھ اس کا تعلّق نہیں عمرِ گزراں سے
یہ پیاس ہے باطن کی نہیں کام دہن کی!
دیکھا نہ فرو ہوتے اسے رطلِ گراں سے
تحقیق سے دو قبل نہ الزام کسی کو!
لو کام نہ تلوار کا تم نوکِ زباں سے؟
دنیا یہ عملداری ہے قانونِ عمل کی
ہے کس کو مفر کشمکشِ سود و زیاں سے؟
ماضی کو بدلنے پہ خدا بھی نہیں قادر
ہم نے یہ سنا خلوتیِ رازِ نہاں سے
دامن کو نہ چھاڑ دے یہ خاکِ ارضِ وطن کی
ملتا ہے نسب اس کا گلِ باغِ جناں سے

۶۵ (دیا) سے

یہ ظلِّ الٰہ، خسروِ ذیجاہ، نجانے
کیوں ڈرتے ہیں آزادیٔ نکر و بیاں سے؟
ہیں حافظِ شیراز تو تیمورِ سمرقند
میں ان کا مغنّی تو خلاف اہلِ جہاں سے
تشکیک و تحیّر ہیں سرو برگ خرد کا
نکلے نہ یقیں مرا حدِ وہم و گماں سے
اسرار مرے سینے کے اظہار کو ترسیں
بوئے جگرِ سوختہ آتی ہے فغاں سے

۲۱

گو بزعمِ خویش خاصانِ خدائے مہرباں
ہم ہیں بے حیثیّت اقوامِ جہاں کے درمیاں
بے پر و بالی، پریشاں خاطری، درماندگی
برگ و بارِ تلخناکِ بندشِ فکر و بیاں
کاغذی ہیں پیرہن اہلِ گلستاں کے مگر
باغباں سے کون مانگے خُونبہائے بُلبلاں؟
اہلِ فن رہتے ہیں اپنے آپ سے نامطمئن
رکھّے آتش زیرِ پا ان کو دمِ سوزِ نہاں
نوش کرتا ہوں دمادم میں زلالِ درد و غم
اک بیابانِ تشنگی ہوں، اک عزاخانہ فغاں
ہر گزرنے والے کو میں راستہ دیتا رہا
ہوتے ہوتے ہو گیا یوں شاملِ پس ماندگاں
مختلف ہیں اس طلسمِ ہفت رنگِ دہر میں
تنگدست و صاحبِ وسعت کی ذمہ داریاں
گو بظاہر ہر کوئی جیتا ہے جینے کو مگر
ہے وہی جینا جو ہو خالد برائے دیگراں!

۲۲

دل کہ اب زخمی پرندے کیطرح ہے خونچکاں
تھا یہ ناشکرا کبھی بارِ طرب سے سرگراں
وہ بلا نوشی کے دن ، وہ خود فراموشی کے دن
پل جھپکنے میں بنے اک بھولی بسری داستاں
وہ لبِ لبریز و سرشار و سرور انگیز لب
یاد آیا میکدہ تھے اس تشنہ لب پہ مہرباں
آشنا کس کو کہیں ناآشنا کس کو کہیں ؟
لوگ ملتے ہیں مگر مل کر بھی ملتے ہیں کہاں ؟
وصل کی لے بھی حقیقت میں نوا فرقت کی ہے
اور ہے بولی بدن کی اور ہے دل کی زباں
عشق نے ہم کو خود آگاہی کی دولت کی عطا
اس نشاطِ درد کے محرم کہاں کرّو بیاں !
معدہ ہے سرمایے کا دوزخ کے معدے کیطرح
اس کا ایندھن بھی ہیں انساں اے جوانانِ جہاں !

اندراجِ حاشیہ کو متن پر ترجیح دیں

نابلد ہیں کس قدر قرآن سے قرآں خواں!

خولہ بنتِ ثعلبہ کا شکوہ پہنچا عرش پر

لب کا تبخالہ بنے لیکن ہماری ہر فغاں

تونے کیا کی زندگانی کی متاعِ بے بہا؟

پوچھیں ہر ذی نفس سے خالق زمین و آسماں!

۲۳

طلوعِ ازل سے غروبِ ابد تک
میں راہِ غمِ آرزو کا مُسافر

ثناخوانِ بالا قدانِ مسلماں
ستائش گرِ خوش نگاہانِ کافر

ترستے ہی گزرے شب و روز میرے
ملی کوئی شے بھی نہ موفور و وافر

جواب اپنی ناکامیوں کا میں کیا دوں؟
کریم و کبیر اے خداوندِ غافر!

دعاگو ہوں اس ذی حشم کا، قلمرو
ہے جس کی بہ آخر حدِ حفت وحافر

ہے آغازِ عالم سے اولادِ آدم
حدودِ خدا سے گریزان و نافر

اُمیّہ اِبی الصَّلت کی طرح خالدؔ!
زباں میری مومن ہے دل میرا کافر!

۲۴

نہ الجھے بہ پیچ و خمِ حکم و حکمت
دماغِ خدا باتیانِ محبت
کریں روپ بہروپ میں فرق کیسے؟
ہیں آپس میں گڈ مڈ سراب و حقیقت
اسی باعث اس کا نہیں کوئی خواہاں
ہے دنیا میں ارزاں تریں شے نصیحت
چھِنا علمِ اسما و اشیا کا ہم سے
اور اس پر نہ خفت ہے ہم کو نہ حیرت
کرو گے کبھی طوفِ خاکِ شہیداں
کہ درسِ عزیمت ہے سامانِ عبرت
جو طوق و سلاسل نہیں بال و پر ہو
وہی دیں ہے بہتر ہو جس میں سہولت
کریں مُردے زندوں پہ فرمانروائی
ہے کتنا طرب گُش یہ طرزِ حکومت!

نہ دیوی نہ باندی ہے مَردوں کی ہمسر
کشادہ نظر عصرِ حاضر کی عورت

یونہی اکثر اوقات میں سوچتا ہوں
ہے میرے سوا کس کو میری ضرورت؟

ضمیرِ آدمی کو بناتا ہے بُزدل
مِری مات کا ہے سبب میری غیرت

مرے ناقدوں کا ہے احسان مجھ پر
تپانے سے بڑھتی ہے سونے کی رنگت!

۲۵

اپنے قدح کی خیر مناتا ہے ہر کوئی
آسودگی کی نگر میں ہے ہر کوئی دُکھی
چاہا بہت کو میں نے یکے بعد دیگرے
ہر عشق میرا عشقِ نخستین د آخری
مقصود اس کا ذکر ہے باقی حکایتیں
ہوں معتکف بہ کنجِ فضائے پیمبری
آبِ حیات صدق سے گوندھوں سخن کو میں
کرتا ہوں نوش مے بھی مگر مُہر کی ہوئی
صُبحٌ اِذَا تَنَفَّسَ لَیلٌ اِذَا غَسَقْ
موجِ نفس میں بوئے قرنفل رچی ہوئی
رِمس رنگی ہے جوشِ جوانی سے پور پور
ہے چہرہ رشکِ لالہ بہ سرخی و تازگی
خالدؔ لکھوں سلام میں ان مہوشوں کے نام
ڈیہاں ڈرن بلائیاں راتیں ترن ندی

میخانۂ حیات کے نشے ہیں گونہ گوں
ملتی ہے ہر کسی کو یہاں سرخوشی نئی
ان پہ زمین اپنی فراخی کے باوجود
(قائل جو معدلت کے نہ تھے) تنگ ہوگئی
پیمانِ دوستی رہے کس طرح استوار؟
عنقا وہ آدمی کہ مَنْ اَوْفیٰ بِعَھْدِہٖ!
محوِ نظارۂ گلِ ناچیدۂ مراد
طوفِ درِ مغاں ہے طوافِ حرم کبھی
یومِ رحیل کے لیے کر اہتمامِ زاد
نامِ نکو سے بڑھ کے بضاعت نہیں کوئی
اس گنجِ شایگاں کو تلف کر نہ رایگاں
بارِ دگر نصیب نہ ہوگی یہ زندگی
پیسہ ہر ایک چیز کا نعم البدل نہیں
ہو سوزنِ طلا سے نہ دل کی رفوگری
خالدؔ عجوزِ دہر ہے ہر دم نئی جوان
چھل بل وہی ہے اسکی، وہی اس کی دلکشی!

غمِ دل ہی ہمدمِ دل — غمِ دل ہی دل کا قاتل
غمِ بزمِ بیش و اندک — غمِ رزمِ حق و باطل
غمِ رایگانِ انساں — کہ تدارک اس کا مشکل
غم و آگہی میں شاید — نہیں کوئی حدِ فاصل
میں وہ دربدر مسافر — کہ سفر ہی جس کی منزل
ہے قرارِ بے قراری — مری جستجو کا حاصل
مرے لحنِ آتشیں سے — ہے فروغِ رنگِ محفل
مئے لالہ فام میں ہے — مرا خونِ ناب شامل
مجھے رکھے پابجولاں — مہِ گنبدیں شمائل
صنمِ درازِ مژگاں — بتِ عنبریں سلاسل
رہِ وصل میں ہمیشہ — رہیں مشکلات حائل
میں محبتوں کا شاعر — میں مغنیِ فضائل
بہ فتورِ مغزِ ناداں — بہ شعورِ عقلِ عاقل
نہ حریف ہوں کسی کا — نہ کوئی مرا مقابل

نہ ہو فن برائے فن کا — کوئی ہوش مند قائل
مرا راحلہ تفکّر — ہے یقین میرا محمل
کلمہ ہے توشہ میرا — مرا رخت عزم کامل
مرا خامہ کر سکا طے — نہ بیان کے مراحل
یہی سوچتا ہوں مجھ پر — ہوں کہاں سے شعر نازل؟
بہ کمالِ فکر و فن بھی — میں ہوں جاہلوں کا جاہل
تھے کبھی مرا نشیمن — در و بامِ شہرِ بابل
ہے اب ارضِ پاک مسکن — زہے فیضِ بختِ مقبل!
مری ملکیہ گاہ خالہ — کرمِ خدائے عادل!

۲۷

قضا سے قرض کس مشکل سے لی عمرِ بقا ہم نے
متاعِ زندگی دے کر کیا قرضہ ادا ہم نے

ہمیں کس خواب سے بہلائے گی یہ پُرفسوں دنیا؟
کھرچ ڈالا ہے لوحِ دل سے حرفِ مدعا ہم نے

کریں لب کو نہ آلودہ کبھی حرفِ شکایت سے
شعار اپنا بنایا شیوۂ صبر و رضا ہم نے

ہم اس کے ہیں سراپا ادب اگر اس سے کیا مانگیں ؟
اٹھایا ہے کبھی اے مدّعی ! دستِ دعا ہم نے ؟

شہیدانِ وفا کی منقبت لکھتے رہے لیکن
نہ کی ارضی خداؤں کی کبھی حمد و ثنا ہم نے

پرکھنے والے پرکھیں گے اسی معیار پر ہم کو
جہاں سے کیا لیا ہم نے جہاں کو کیا دیا ہم نے ؟

وہی انساں جہاں جاؤ وہی حرماں جدھر دیکھو
بپائے خفتہ کی سیاحیِ ملکِ خدا ہم نے

لٹا ذوقِ سفر بھی کارواں کا ایسے لگتا ہے
سنا ہر تازہ پیش آہنگ کا شورِ درا ہم نے

ستم آرا ؤ سن لو آخری برداشت کی حد تک
سہا ہر ناروا ہم نے سنا ہر ناسزا ہم نے

یہ دزدیدہ نگاہیں ہیں کہ دل لینے کی راہیں ہیں
ہمیشہ دیدہ و دانستہ کھائی ہے خطا ہم نے

کشاکش ہم سے پوچھے کوئی ناآسودہ خواہش کی
حسینوں سے بہت باندھے ہیں پیمانِ وفا ہم نے

کیا تکمیلِ نقشِ ناتمامِ شوق کی خاطر
جو تم سے ہو سکا تم نے جو ہم سے ہو سکا ہم نے

عراقی کی طرح خالدؔ کو کیوں بدنام کرتے ہیں؟
نہ دیکھا کوئی ایسا خوشنوائے بے نوا ہم نے!

۲۸

صبرِ خواہش پہ، صبر صدمے پر
کون سی شے ہے صبر سے بہتر؟
ان کی باتیں ہیں مکر کی گھاتیں
قولِ خوباں کا اعتبار نہ کر!
ہم خموشی کو اذن کہتے ہیں
لفظ سے ہے نگاہ صادق تر
ہے قسم مجھ کو طورِ سینا کی
میں ہوں اپنے خدا کے مذہب پر
ہر نفس لب پہ ایک تازہ نوا
سارا آموختہ ہے مستحضر
ابنِ مرداس و کعب بن مالک
نغمہ پردازِ مدحِ پیغمبر

ان کے آگے بساط کیا میری
میں غزل سنج وہ ثناگستر
لوحِ دل کو ہنر کرے صیقل
ہو وفادار صاحبِ جوہر
دمبدم نو جمال و نو صورت
رنجِ بہزاد و آفتِ آزر
اک بُثینہ ہے درپئے خالد
الغیاث اے جمیل بن معمر!

۲۹

کیا حباب آسا عروجِ آدمِ فانی نہیں؟
کیا سراب آسا گلوں کی جلوہ سامانی نہیں؟

یہ بساطِ مرگِ مُبرم، یہ جہانِ کیف و کم
کیا بدی کا اس پہ غلبہ، شر کی سلطانی نہیں؟

بولتا ہوں اس لیے تا کہ مجھے تسکین ہو
نالۂ بے تابیِ دل ہے، غزل خوانی نہیں

اپنے مشکیزے میں رکھ لے آنسوؤں کو جو مرے
کوئی ایسا دردی، ایسا محرمِ جانی نہیں

بخشنے والے نے بخشی ہے مجھے طبعِ غیور
کشور آراؤ! مجھے ذوقِ ثنا خوانی نہیں

جرعۂ مے کیوں گراتے ہو ہماری خاک پر؟
ہم کو ناکردہ گناہوں پر پشیمانی نہیں

محفل آرائی کی جان اندوہِ تنہائی میں ہے

کس درخشانی کی گہرائی میں ویرانی نہیں؟

شور و غوغا کو بیان و وعظ کا دیتا ہے نام

اور جو بھی ہو مسلماں میں مسلمانی نہیں

خالد اپنی زندگی کو کیسے سمجھوں کامیاب؟

سوزِ سلمانی نہیں ، سازِ سلیمانی نہیں!

۳۰

حرفِ نامحکم پہ جب سے لوگ سر دھننے لگے
سی لیا ہونٹوں کو ہم نے کان بہرے کر لیے
اس کی محفل سے اُٹھ آنے کے سوا چارہ نہ تھا
کس نظر سے رقصِ بسمل کا تماشا دیکھتے؟
رایگاں جاتی نہیں عشّاق کی قربانیاں
اشک وخوں کا قرض دنیا کو ادا کرنا پڑے
صاف بیگانہ بنیں آمیز ہو جانے کے بعد
کوئی کس برتے پہ ان آہو بروں کا دم بھرے؟
مینکا کھنڈت میں ڈالے جاپ وشوامتر کا
زندگی بھر کی کمائی پل میں ماٹی میں ملے
انتظارِ وعدۂ فردا [illegible] کوئی حد؛
واشدِ دل ہو، کبھی تو [illegible] خاطر کھلے!
تھا نہ [illegible] نے صنم کس کے لیے اندوہ گیں؟
ہم عبث سوزِ نفس [illegible] رہے

اے خیالِ غمزۂ غمّازِ کافر کیش سُن !

اس میں کیا شے ہے جو دیوانہ بناتی ہے مجھے ؟

ارغواں اندامیِ لعلِ مذاب وسیمِ ناب

دل میں انگارے بھرے آنکھوں کو آسودہ کرے

ہم ہیں لب تشنہ لبِ دریا پہ ساحل کی طرح

ہم فقیروں کو الش اپنے لبِ میگوں کا دے

اہلِ سرمایہ کو کیسے رستگاری ہو نصیب؟

مال سے پُر کیسہ ، دل خوفِ زوالِ مال سے

جوش مارے میرے دل میں ایک مضمونِ بدیع

یہ نئی مے ہے نئی مشکوں میں بھرنی چاہیے

مے بھی اِک صورت علاجِ رنجِ تنہائی کی ہے

دردِ دل کا آدمی آخر مداوا کیا کرے؟

دھو کے نوشابِ قدح سے دفترِ علم وہنر

حرفِ سربستہ لکھیں ہم عالمِ اسرار کے

رام کرنا معنیِ رم خوردہ کا آساں نہیں

دے کے نیندیں ہم نے راتوں سے خریدے رتجگے

شعر و نغمہ روحِ خوابیدہ کو ہیں آوازِ قُم !

لفظ سے ہر صاحبِ تاج وعصا خائف رہے

زندگی کتنی حسیں ہے اور کتنی بے ثبات !

ہیں رواں دوشِ ہوا پر رنگ و بُو کے قافلے

لذّتِ امروز کا میں بھی ہوں دل دادہ مگر

موت کا جس کو یقیں ہو کس طرح خوش رہ سکے ؟

رات کے پچھلے پہر بجتا ہے کیسا جلترنگ ؟

اے بناتُ النّعشِ گردوں ! یہ دیے سے کیا جلے ؟

۳۱

ہر دم نیا ہے ناز و اندازِ نگارِ زندگی
نکلے نہ آدم زاد اس کے سحر و افسوں سے کبھی
وہ زرد پیراہن خزاں ہو یا بہارِ گلفشاں
ہر رُت کا اپنا حسن، ہر موسم کی اپنی دلکشی
اجڑیں گے مسکن انکے چرواہوں کے خیموں کی طرح
جن تن پرستوں نے متاعِ اہلِ دل برباد کی
قُطْ قُطْ: پکاریں گے جہنّم کی طرح کب اہلِ زر؟
کب سائل و محروم کی حاجت روا کی جائے گی؟
کب تک رہیں گے فاصلے لفظ و لبِ اظہار میں؟
کب تک رہیں گے ہم گرفتارِ طلسمِ سامری؟
لیتا ہے کوئی اس نگر میں بے سہاروں کی بھی سار؟
دم عاشقانِ دل گرفتہ کا بھی بھرتا ہے کوئی؟
دیوانہ ہر ساعت کرے ویرانے کو ویرانہ تر
مصروفِ آہ آہ، بے صرفہ رہے فرزانگی!

بس بس

۳۲

شہیدِ آرزو کی نامرادی کا صلہ کیا ہے ؟
دلِ زندہ کے خونِ بے بہا کا خوں بہا کیا ہے ؟
جو لمحے جا چکے اب ان کو ہم لوٹا نہیں سکتے
ہماری دسترس میں جز فغانِ نارسا کیا ہے؟
محبّت اضطراری ہے، ہوس بے اختیاری ہے
کراماً کاتبیں کا پھر یہ پہرہ اے خدا کیا ہے ؟
اگر بے دست و پائی ہے یہی اپنی تو حیراں ہوں
مکافاتِ عمل کیا، غایتِ روزِ جزا کیا ہے ؟
کر اپنی شمع روشن اپنے خوں سے مثلِ کرمک کے!
گدازِ قلب کے آگے مہوش! کیمیا کیا ہے ؟
بڑائی ہے وہی جس کی مخالف بھی گواہی دے
اگر سر پر نہ چڑھ کے بولے جادو تو مزہ کیا ہے ؟
علاماتِ منافق ہیں: خیانت، کذب، بد عہدی!
مسلمانو! تمھیں کچھ علم ہے ان کی سزا کیا ہے؟

تکلّم کو ترستے ہیں ہم اس نقّار خانے میں
نہیں پروا کسی کو بے زبانوں کی رضا کیا ہے ؟

جسے دیکھو خیال و حرف کا دشمن ، نہیں کھلتا
روا کیا ناروا کیا ہے سزا کیا ناسزا کیا ہے ؟

یہاں تہذیبِ نفس و احترامِ آدمیّت کی
اے انسانانِ کلمہ گو ضرورت ہی بھلا کیا ہے ؟

ہم افسوں گر تنِ حرفِ کہن میں روحِ نو پھونکیں
کرامت کیا ہے، استدراج کیا ہے، معجزہ کیا ہے ؟

میں پاکستان کا باشندہ ہوں دنیا کا شہری ہوں
وسیع المشربی فطرت ہے میری تو بُرا کیا ہے ؟

کمی آئے نہ یارب طاقتِ گفتار میں میری
بجُز ذوقِ نواسنجی مِرا برگ و نوا کیا ہے ؟

۳۳

نہ بارور ہوئی شاخِ نہالِ خودنگری
ریاضِ عمر کا حاصل ہے فصلِ بے ثمری
میں اپنے خوں شدہ دل کا قصاص کس سے لوں؟
کہ جس سے پوچھوں کہے : ہاہ ہاہ لا ادری!
ہے بددعائی ہوئی غالباً زمینِ سخن
کہ اجرِ عرضِ ہنر ہے عذابِ بے اثری
اگرچہ رونقِ بازار کم نہیں لیکن
نہیں ہے کوئی خریدارِ جنسِ دیدہ وری
ہم ادّعائے جہالت سے عاجز آئے ہیں
بتائے کوئی خدارا علاجِ خیرہ سری!
نگر نگر وہی عالم شکست و ریخت کا ہے
وہی ہے قاش فروشانِ دل کی دربدری
سنے نہ کوئی غمِ روزگار کی رُوداد
کرے نہ کوئی شکستہ دلوں کی بخیہ گری

لبوں پہ جانِ عزیز آئی ہے مسیحاؤ!
کوئی نوید، کوئی مژدہ، کوئی خوش خبری!

فشارِ دست میں شامل کرو تپش دل کی
دو اے حسینو! خوشی سے زکاتِ خوش نظری

کتابِ عشق پڑھی ہے ورق ورق ہم نے
ہیں چپ کہ ہو نہ مبادا کسی کی پردہ دری

نہ جانے بنتے ہیں بے مایہ معتبر کیسے؟
نہ جانے ملتی ہے کن ہتھکنڈوں سے ناموری؟

اگر نہ اوج پہ ہو طالعِ رقیب تو کیوں؟
ہے دورِ حاضرہ دورِ فروغِ بے ہنری

کرو نہ ہم سے تقاضا نیازمندی کا
کہ ہو نہ خاک نشینوں میں خوئے لابہ گری

وہی ہے کیف و کم کربِ بے کسی کہ جو تھا
ہمارے کام نہ آیا کمالِ نغمہ وری

سخن ہے بارِ شہادت مرے لیے خالدؔ!
میں کیسے سمجھوں گناہِ وطن سے خود کو بری؟

۳۴

ہر دور میں مقسوم مسیحا رسن و دار
ہر دور میں نیلامیِ یوسف سرِ بازار
ظالم کے طرف دار ہوں واصل بہ جہنم
اربابِ ہوس کا ہے یہی کیفرِ کردار
نخاس کی گھوڑی پہ سواری نہ کریں ہم
کرسی ہے ہماری کمرِ توسنِ طرار
بیداد و دنائت سے نباہ اس کا کہاں ہو
فنکار زمانے سے رہے بر سرِ پیکار
اخفائے شہادت ہو نہ کتمانِ حقیقت
آزادیِ افکار و بیاں پر کرو اصرار
ہر زمزمہ گستر کو سخن ور نہیں کہتے
ہو صاحبِ ابلاغ نہ ہر صاحبِ گفتار
لوگوں کو جو پوجیں غَضِبَ اللّٰہُ عَلَیھِمْ
اُمّت پہ اسی وجہ سے ہے سایۂ ادبار

اقدار پہ لازم سہی ایمان مگر کیا
احوال بدلنے سے بدلتی نہیں اقدار؟

ہے پاس کسے حرمتِ پیمانِ وفا کا؟
الفاظ کے طومار میں دب جاتے ہیں اقرار

حل ہو نہ سکا آج تک انساں سے یہ عقدہ
وہ مضطر و مجبور ہے یا مالک و مختار

بے وجہ نہیں ہاویہ مومن سے ہراساں
کی آتشِ نمرود براہیم نے گلزار

جانچو نہ کرامات و خوارق سے کسی کو
عزّت کا ہے معیار فقط سیرت و کردار

اندر سے ٹٹولو تو ہر انسان دکھی ہے
دل کثرتِ افکار سے اکثر کے ہیں بیمار

کر یادِ خدا میں نہ خرافات کو داخل
ہم ہاوہوئے زہد ریائی سے ہیں بیزار

رکھ قافلۂ عمرِ سبک رو کو نظر میں
جانے دے کسی فرصتِ یغما کو نہ بے کار

سیّاحِ جہاں ہوں زرہِ فکر و نظر میں
حل مجھ میں ہوا نقرۂ ثابت و سیّار

نانک کی طرح میں ہوں نہ کافر نہ مسلمان
ہوں بندۂ حق عدل و صداقت کا پرستار
تصنیف کروں عشق و محبت کے رسالے
باوصفِ تنک مایگیِ طاقتِ اظہار
میں شعر میں خوگیر کی بھرتی نہیں کرتا
ہر لفظ ہے اک گوہرِ گنجینۂ اسرار
جب رات کو پڑتی ہیں پکھاوج پہ ٹھوکریں
نایاب شرابوں کی طلب ہوتی ہے بیدار
لبریز، لگاوٹ بھری، پُرشوق نگاہیں
لہجے کی کھنک میں گھلی طاؤس کی جھنکار
وہ حرف و حکایت کرے بے گفت و اشارت
ہے دل کا نہاں خانہ سراپردۂ دیدار
خالد نے مرے حسن پہ لکھے تھے کبھی شعر
رکھے گا ہمیشہ یہ تصوّر اسے سرشار!

۳۵

کدھر سے دن ڈھلے آتی ہے شامِ تنہائی
لیے جلو میں اک انبوہِ ناشکیبائی؟

لکھے ہیں کلکِ ازل نے ہماری قسمت میں
عذاب ہجر کے، آلامِ آبلہ پائی

جو رکھنے والے ہیں رکھیں حسابِ سُود و زیاں
حیات ہم نے تو کی وقفِ خامہ فرسائی

ہیں کتنے، فکر جنھیں قوّتِ لایموت کی ہے
خبر لے ان کی بھی اے محوِ بزم آرائی!

ہے آشنائیِ بیگانگاں ہر اک قربت
نہیں ہے کوئی کسی کا شریکِ تنہائی

ملاحتِ عرب و شوخیِ عجم تجھ میں
حرم میں آتشِ زرتشت[۵] کس نے بھڑکائی؟

---

۵ (یا) زردشت

حواس باختہ کرتا ہے تیرا حسن مجھے
یہ آب و تاب و تپش یہ ظہور و زیبائی!
یہ نازکی! یہ سہی قامتی! یہ لالہ رخی!
یہ رم! یہ عربدہ! یہ تمکنت یہ رعنائی
زباں میں آئے ترت تیری دید سے لکنت
ہے تیرے سامنے جہل ادعائے دانائی
ہمیشہ کوئی نہ کوئی ہوا خلل انداز
ہمیں نکوئی خوباں کبھی نہ راس آئی
اگرچہ رکھتے ہیں طبعِ نیاز مندانہ
مگر کریں نہ کسی در پہ ہم جبیں سائی
ہمارے ہم وطنانِ عزیز کے اوصاف
خدا فروشی و بحث و جدال و کج رائی
پئے ثبوت شہادت ہے اور کیا درکار؟
زمین ہے نگراں، آسماں تماشائی
گزارہ کرتے ہیں رزقِ کفاف پر خالد
فتوح و یافت نہیں کوئی ہم کو بالائی!

۲۶

چھیڑ کوئی حکایتِ تازہ
سنیں کب تک فسانہ ہائے کہن؟

بطنِ عالم میں راز ہیں کتنے
منکرِ منکر و نکیر نہ بن!

خوف و غم کیل لیں زباں اس کی
آدمی کو طمع کرے الکن

نام تاباں رہے مراجیب تک
آسماں کے چراغ ہیں روشن!

۴۷

حرفِ بے جا سے ناداری بہتر
خود فروشی سے بے کاری بہتر
جس سے فربہ ہو نفسِ دنی، اس
اتقا سے گنہ گاری بہتر
کیمیائے محبت بھی ہے
تاج داری سے دلداری بہتر
چرخِ پُر تاب کی دوستی سے
خاکِ پامال کی یاری بہتر
عرصۂ ہستی برق رد ہیں
خوابِ سرخوش سے بیداری بہتر
جس میں پہلو ہو احسان کا، اس
مہربانی سے بیزاری بہتر

جو ملے آبرو کے عوض، اس
اوج سے ذلت و خواری بہتر
خود فریبی کی آسودگی سے
بے قراری کی بیماری بہتر
مردم آزار، خود بیں، کمبختو!
ظلم سے ہر سیہ کاری بہتر
خاک اہلِ سخن کے لیے ہے
دل لگی سے دل افگاری بہتر!

۴۸

میں ہلاکِ فسانہ و افسوں!
روپ بہروپ میرے بوقلموں
ہانکتا ہوں حروف کے ریوڑ
فصل افکار کی اٹھاتا ہوں
جانوں سب داؤ شہسواری کے
ایڑ بھی دوں لگام بھی کھینچوں
راستہ اپنا خود نکالوں میں
شارعِ عام پہ کبھی نہ چلوں
لاابالی مزاج ہے میرا
میں ہوں آوارہ گردِ دشتِ جنوں
عمر کوتاہ، کارِ عمر دراز
اس کشاکش سے کس طرح نپٹوں؟
خامہ فرسا ہوں گو مدام مگر
تشنگی ہے بیاں کی روزافزوں

ہر دم اک جوش ہے طبیعت میں

سوجھتے ہیں عجب عجب مضموں

طبعِ موزوں عطا کی جس نے مجھے

تجھے بخشا شمائلِ موزوں

میری اک عمر تجھ سے وابستہ

میں تجھے کیسے بھول سکتا ہوں؟

خوں بہا کیا شکست پیماں کا؟

زخمِ دل کا حساب کس سے لوں؟

لکھوں ہجر و وصال کے قصّے

رسبرے سپنوں سے دل کو بہلاؤں

جو طرح دار بھی ملی، نکلی

ویس، رامین و لیلیٔ مجنوں

دل لگی اس سے کی تو کہنے لگی!

"میں طوائف نہیں ہوں عورت ہوں"

۳۹

اے سوزِ عشق کس نے جگایا تجھے بتا؟
آنکھیں قصوروار ہیں یا دل کی ہے خطا؟
ساکت ہے نالۂ جرسِ کاروانِ شوق
منزل گہِ رضا میں دعا ہے نہ بد دعا
ہو پائمال سبزۂ خوابیدہ کی طرح
ہے ترکِ حظِ نفس تصوّف کی ابتدا
ہر شخص ہے گزیدۂ اعمالِ خویشتن
کر دوسروں کی فکر پہ خود کو نہ بھول جا
مہمیز کر نہ توسنِ چالاکِ عمر کو
ہے قافلہ حیات کا پہلے ہی باد پا
اک روز سوکھ جائے گا دریائے زندگی
پت جھڑ کی نذر ہوگا یہ جنگل ہرا بھرا

ہے قلبِ تشنہ کام مدام اضطراب میں
لینارڈو کی طرح ہوں تلمیذِ تجربہ

اسرار کا یہ علم ہے تکرار کا نہیں
یکساں ہے سب کا ذائقہ، رنگت جدا جدا

پیشِ حبیب عرضِ تمنّا نہ ہو سکی
ہے جاں گزا خجالتِ گفتارِ نارسا

میری نگاہ کی طلب اس سے چھپی نہیں
کرتا ہے پھر بھی رم وہ غزالِ غزل سرا

معشوق سے بھی عشق ہو آخر کو بے نیاز
حلِّ رموزِ قلب کسی سے نہ ہو سکا

اس یارِ آشنا کو ملے مدّتیں ہوئیں
بیگانہ بن گیا کہ جو خویش و تبار تھا

رکھتا ہے حقِّ صحبتِ دیرینہ یاد کون؟
دل دور ہوں تو فائدہ ہمسایگی کا کیا؟

اہلِ وطن پہ بند ہیں ابوابِ معدلت
کب تک ذلیل و خوار رہیں گے ہم اے خدا!

---

۵۵ (یا) سے

اربابِ اقتدار کے سارے خوشامدی
دیکھا نہ ہم نے کوئی بہم دیگر آشنا
اب مے گسار نوش کریں دُردِ دَردِ دل
بیت الحرام خُم کا ہوا بند راستہ
تخلیقِ کائنات ہے انسان کے لیے
سلطانِ کائنات ہے ہر بندۂ خدا
کس کا بدن فروغِ تباشیرِ صبح ہے؟
کندن کی طرح کس کے دمکتے ہیں نقشِ پا؟
ہیں اس کے لب دریچۂ خمخانۂ ابد
الفاظ اس کے شہد ہیں، ہے شہد میں شفا!

۴۰

رات دن میرے کان میں گونجیں
ایک مہجور کونج کی کوکیں !!
نہیں دمساز کوئی کس سے کریں
نجد و یارانِ نجد کی باتیں؟
اب کبھی لوٹ کر نہ آئیں گی
ہند و اسماء کے وصل کی راتیں؟
کس سے محوِ خطاب ہیں جانے
بولتے لب ، پکارتی نظریں؟
بے رخی سے ، کبھی لگاوٹ سے
مانڈھتی ہیں[1] دلوں کو مٹیاریں
کیا غضب ہے خدا کی بستی میں
عزتیں کوڑیوں کے مول بکیں
ہے یہی ریت اس نگر کی کہ لوگ
جس کا کھائیں اسی کے گن گائیں

---

[1] دیا) مانڈھ لیتی ہیں دل

ہاتھ ان کے ہیں رشوتوں سے بھرے

ان کے منہ میں فریب کی باتیں

بے بسوں سے طلب کریں طاقت

اور مُردوں سے زندگی مانگیں

عرصۂ روزگار جن پہ ہے تنگ

کیا ہوا سے وہ اپنے پیٹ بھریں؟

کرو حکمت سے تازہ دم ان کو

دل بھی جسموں کی طرح تھک جائیں

میں ہوں فرہادِ خسروِ شیریں

موم ہو سنگ میرے ہاتھوں میں!

۴۱

ہے یہ شرطِ فروغِ دانش و دیں
ہو نہ خم ناخدا کے آگے جبیں

آج تک کیا کسی کو بخشی ہے
دولت و اقتدار نے تسکیں؟

کس لیے لوگ جلتے کڑھتے ہیں
شاید ان کو یقینِ مرگ نہیں؟

حرف خواں ہی نہیں کوئی ورنہ
ہے ہر انسان اک کتابِ مبیں

ہم بھی ہیں خسروِ ولایتِ عشق
ہو عطا بوسۂ لبِ شیریں

زد پہ موجوں کی ہے سفینۂ دل
بحرِ غم کا کوئی کنارہ نہیں

رکھو جاری تلاشِ خالدِ مست
مل ہی جائے گا وہ کہیں نہ کہیں!

۴۲

پاکیِ داماں بنی چاکِ قمیصِ یوسفی
خود ہوس بولی : اَنَا رَاوَدْتُّہٗ عَنْ نَّفْسِہٖ!

گلخنِ اندیشہ سینہ، ساتگیں معمورِ مے
مجھ سے پوچھ، کربِ عقل و لذتِ دیوانگی

بیچتے ہو دین کو دنیائے فانی کے عوض؟
شت وشو کرتے ہونے سے جامۂ احرام کی؟

صاحبِ فسق و فجور و خمرد ما نور و نتور
اہلِ عصمت پر لگائیں تہمتِ آلودگی

خامہ فرسائی فریضہ ہے ہمارا کچھ بھی ہو
ہم ادا کرتے رہیں گے اپنا فرضِ منصبی

ہاتھ خالی ہیں مگر دل میں ہجومِ آرزو
ہم کو خمارِ ازل سے شکر کی دولت ملی

اپنے دیوانے ہیں اپنے واسطے آوارہ ہیں
کون ہو ہم صحبتِ سختی کشانِ عاشقی؟

اس شرابِ تند کو کس نے کیا دو آتشہ؟
کس نے خوباں کو سکھایا شیوۂ رامشگری؟

۴۳

دوست بلند ہمت کو
التجا کر کے آبرو کھونا

ہے اگر شوق شہسواری کا
عشق ہے ایک بحرِ پُر گرداب

کبھی موقع ملا تو پوچھیں گے
جب بھی عارض پہ بکھرے زلفِ سیہ

جب بھی گزرو ریاضِ جنت سے ○○
چاہے کچھ ہو ہمیشہ سچ بولو

شکوہ اس سے کرو جو سنتا ہو
ایڑ بھی دو لگام بھی کھینچو

اس میں تابِ شناوری کس کو؟
کون ہو کس صدف کے موتی ہو؟

تُولِجُ ○ اللَّیْلَ فِی النَّھَارِ پڑھو
کچھ نہ کچھ تم وہاں سے چر چُگ لو

○ (یا) یُولِجُ

○○ مَا بَیْنَ بَیْتِیْ وَمِنْبَرِیْ رَوْضَةٌ مِّنْ رِّیَاضِ الْجَنَّةِ اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِیَاضِ الْجَنَّةِ فَارْتَعُوْا
— رسولؐ —

۴۴

عمر بن ربیعہ ہوں میں وہ ثریّا
میں توبہ ہوں وہ لیلٰی اخیلیہ
قتیلِ کواعب ، صریعِ غوانی
ہوا خواہِ خوباں ہوں مادُمتُ حیّا
سنے مجھ سے تابِ شنیدن ہو جس میں
حدیثِ عنان ورباب وسلیمٰی
ہجومِ نگاراں میں ڈھونڈھوں میں اس کو
کہاں ہے وہ میری کوریلی کی سلمٰی؟
کروں بے زبانوں کی میں ترجمانی
میں شاعر ہوں اپنے وطن کے دکھوں کا
نہ لو کام عجلت سے میری پرکھ میں
کہ زہد و ورع تو ہے اک رنگ میرا
پکارو مجھے : اے ریاکار کہہ کر !
کروں میں نہ اچھے برے کا پریکھا

ہو اہلِ شکم کا نہ سمجھوتہ مجھ سے

خدایا! مرے حال پر رحم فرما!

مرے حرف گیرو! ہے معلوم مجھ کو

اَنَا لَسْتُ مِنْ اَسْیَرِ النَّاسِ شِعْرًا!

کہاں ہے کوئی فکر و دانش کا پرساں

ہے چاروں طرف بس ٹکے کا ظہورا!

کبھی ماسوا سے نہ کر استعانت

کبھی اپنی حد سے نہ کر بڑھ کے دعویٰ

ہے احسان بھی ایک صورت ربا کی

کبھی ہو نہ ممنونِ احساں کسی کا

عطا کی مجھے عمر بالشت بھر کی

اور انتم ہمے کا مجھے کام سونپا

خداوند تیرا محافظ ہے خالد!

ترے پاؤں کو وہ پھسلنے نہ دے گا!

۴۵

اگرچہ ایک ہی سازِ انا ہے
مگر ہر زخمہ زن کی لَے جدا ہے

ہے رستاخیز کا عالم جہاں میں
قیامت وقت سے پہلے بپا ہے

ہر اک لب ہے رگِ سازِ ستائش
خداوندوں کا ڈنکا بج رہا ہے

ہوس پیہم گناہِ تازہ تر کی
کبھی پاتال کا منہ بھی بھرا ہے؟

صدا دیتا ہے بے آواز غم بھی
کہ خاموشی بھی آہنگ و نوا ہے

سراغِ عمرِ رفتہ کس نے پایا؟
ہوا کا نقشِ پا کس کو ملا ہے؟

تصوّف دیدہ و دل کی حفاظت
تصوّف خدمتِ خلقِ خدا ہے

نہیں ہے خواہشِ رطلِ دمادم
زلالِ بزمِ جم ہم نے پیا ہے

یہی خاکسترِ دل راکھ کا ڈھیر
یہی خاکسترِ دل کیمیا ہے

کرے قلقل نہ مینائے لبالب
دعا کی انتہا ترکِ دعا ہے

مسافر ہو اگر کن رس تو اس کو
سکوتِ رہگزر بانگِ درا ہے

کریں باتیں اشارات و ادا سے
سخن خوباں کا بے حرف و صدا ہے

کھلے گا شمعِ کشتہ کا دھواں کب؟
پھٹا جاتا ہے دل، دم گھٹ رہا ہے

ہے پیچ خالد کے من میں لوبھ ناہیں؟
ابوذر طبع، رندِ پارسا ہے؟

۴۶

کہاں ممکن ہے کفّارہ گناہِ بے وفائی کا؟
شکستِ شیشۂ دل کو رفو ہوتے نہیں دیکھا

دلْ اپنی سادہ لوحی کے سبب کھاتا رہا برسوں
فریبِ آشنائی اک بُتِ بیگانہ پرور کا

حیا آمیز شوخی تھی خمار آلود نظروں میں
گھٹا سے بال، آنکھیں مِرگ سی، مُکھ چندرماں سا تھا

میں اس کے اس نیازِ ناز کو کیا نام دوں خالد؟
بجائے مے پلاتا تھا جو کنجن رنیز ہونٹوں کا

تلافی کس طرح ہو اس کی مَاضَیَّعتُ مِنْ عُمْرِیْ؟
ملامت خود کو کرتا ہوں اسے میں کچھ نہیں کہتا

گواہی دی کسی نے بھی نہ میری بے گناہی کی
کفِ افسوس مَل کر رہ گیا ناچار کیا کرتا!

ہے فانی عیش دنیا گرچہ ہو کتنا ہی طوفانی
ڈرے اِبنُ الدُّمَیْنَہ سے مُزاحم ہو کہ یا جَمّا

---

۵ (یا) ہم اپنی سادہ لوحی کے سبب کھاتے رہے برسوں

لکھا ہے گُل کو جس نے یادگارِ چہرۂ خوباں
دیا اس میرِ ظاہر بیں کو موجِ رنگ نے دھوکا

سپہرِ نیلگوں کو جس نے دی زینت چراغوں سے
اسے شاعر کہیں یا دیں خطاب اس کو مصوّر کا؟

الٰہی! لَا تَکِلنِی طَرفَۃَ عَینٍ اِلٰی نَفسِی !
میں اس خنّاس کا مدِّ مقابل ہو نہیں سکتا

میں علامہ ہوں لیکن مکتبِ بے دانشی کا ہوں
وہی ہے آدمی جو ہو صداقت کی طرح سادہ

گھرا رہتا ہوں دوشیزگانِ حرف و معنی میں
کہوں مہمانِ نامحرم سے: لَا اَھلًا وَّلَا سَھلًا !

بتوں میں ڈھونڈتا پھرتا ہے کیا شاکیؔ مُنی گوتم؟
دیا ذوقِ نظر جس نے دلِ بینا نہیں بخشا؟

اگر ذوقِ تماشا ہے نگاہِ شوق پیدا کر
ہے دل آئینہ حق کا یَعلَمُ الجَھرَ وَمَا یَخفٰی !

شاکیہ منی: تتھاگت — امی تابھ — آتمارو پی — پریہ درشنی — جسے دیکھ کر مسرت ہو —

۴۷

دستِ خدا میں جب ہیں مقادیرِ خیر و شر
پھر کیسے سرزنش کا سزاوار ہے بشر؟
ہم سے نہ پوچھو مسئلۂ جبر و اختیار
ہم سے مقطّعات کے معنی ہیں مستتر
ہیں قدحے جن کی آنکھوں میں انکے غلام ہیں
ہم مستِ دُردِ جام ہیں ہم سے کرو حذر
پی جرعہ جرعہ ہم نے شرابِ طہورِ لب
آغوش تنگ تر ہوئی، بازو فشردہ تر
عمرِ عزیز را بہ زخارف فروختیم
کم ہوں گے آسماں کے تلے ہم سے بے ہنر
کون اپنی بھول چوک کا کرتا ہے اعتراف
ہیں عذر بافِ "چونکہ"، "چنانچہ"، "اگر"، "مگر"
ہے رازِ ہست و بود بمقدرِ جدّ و جہد
دیکھا نہ ہم نے آہِ محبّت کو بے اثر

کیوں غیر سے شکایتِ اغوائے دل کریں
ہم سے تو ہو نہ غیبتِ خوبانِ منفعت بر

بخشش نہیں کسی کی، یہ ثمرہ ہے جہد کا
ہم پہلے منتظر تھے مگر اب ہیں منتظر

وہ جسمِ زرنگار ہے ناظورۂ بہار
پانی چڑھا ہے سونے کا چاندی کے پیڑ پر

ہے اس کی بے خودی بھی شگرفی و حیا کی
عالم ہے سادگی کا ہے آپے سے بے خبر

ہر سرو قد نہیں ہے سزاوارِ نقدِ دل
کس نازنیں کا تن نہیں ریشم سے نرم تر؟

میرا کو لوگ سمجھیں ابھاگن نجانے کیوں
دکھ کی چتا میں جل کے مرن ہار ہو امر

امید مجھ سے رکھتے ہو مدحِ دروغ کی؟
اے معشرِ تمیم! میں ہوں اوس بن حجر!

لبھائے چاپلوس سے کرتے ہو مجھ کو رام
بے صرفہ ہے یہ گنجِ گراں مایۂ ہنر؟

یہ ناحیہ گداختن و سوختن کا ہے
شہرِ نوا میں ریو و ریا کا کہاں گزر؟

اے دل یہ قرض کا نہیں احساں کا بوجھ ہے

اللہ اکبر! اس کی بڑائی بیان کر!

ڈر ہے یہی نفس نفسِ واپسیں نہ ہو

کر مجھ کو یا رب اپنی ولایت سے بہرہ ور!

۴۸

دل لگا دلبرِ سمن بر سے
سینہ سوزِ مفارقت سے جلے
سرخ ڈورے نشے کے آنکھوں میں
سرخوشی پور پور سے چھلکے
یوں جھلکتا ہے پیرہن میں بدن
نور فانوس سے چھنے جیسے
تحفہ جاتِ طلسم کی مالک
گات ابھری، بھرے بھرے کولھے
میں نے احرامِ درد باندھا ہے
بے قراری علی الدوام رہے
کام کے ساتھ ساتھ اے خوش کام!
غم بھی لازم ہے زندگی کے لیے
رگیں تاریں بنیں، بدن طنبور
تار سارنگیوں کے ٹوٹ گئے

یاد کی جوت کلبۂ دل میں
جیسے ویرانے میں چراغ جلے
کون اپنا ہے کون بیگانہ ؟
آدمی شکوہ کس کا کس سے کرے؟
عورتوں ، بادشاہوں ، دریاؤں
کو نظر پھیرتے نہ دیر لگے
سیدھا اپنے ہدف پہ پہنچے جو تیر
دوستی کی کمان سے چھوٹے
دور ہے ضیق و ضجر و ظلمت کا
خیر نے بیٹھ پھیر لی ہم سے
عارفوں کی زباں سے جاری ہوں
پھوٹ کر دل سے ، چشمے حکمت کے
ظرف سینہ کو علم سے جتنا
بھریں اتنا ہی پھیلتا جائے
میرا سررشتہ تیرے ہاتھ میں ہے
اے خدا میری التجا سن لے!
کیوں تہِ آسماں ہوں سرگرداں ؟
کیوں ترے راستے نہیں ملتے ؟

ہم نوائے لَبِید و اعشیٰ ہوں

دل میں مدفون راز صدیوں کے

اگلے وقتوں کی بات بے جب تھا

اِمرُؤُ القیس اَشعَرُ النّاسِ

شعر کا صاحبُ الزماں خالد!

کون ہے خوش نصیب تر اس سے؟

لٹاؤ کوئے ہوس میں نہ نقدِ ہستی کو
پیالہ مے کا بیک جُرعہ درکشیدہ کرد

ہیں ہر زمانے میں اصحابِ کہف ودقیانوس
عبث ہے زیست جہاں زندگی پہ تدغن ہو

نہ دم بھرے کوئی دنیا میں ناتوانوں کا
ہو سارے گاؤں کی سرِ بج غریب کی جورو

رمیدہ خوئیِ سفّانہ بنتِ حاتم سے
جو یاد آئے تو دیکھو غزالِ صحرا کو

ہے کس کے منہ میں زباں جو سمن بروں سے کہے
لباسِ تنگ نہ پہنو، فَاِنَّہٗ یَصِفُ؟

جو آج تم کو ہنساتا ہے کل رلائے گا
کبھی نہ رنگِ زمانہ کا اعتبار کرو

نہ ہو تباہ جو ہو اپنی قدر سے آگاہ
دماغ دشمنوں میں دوستوں میں دل ڈھونڈھو

نہ بے سزا رہیں پوشیدگی کی باتیں بھی
کوئی گنہ کو چھپانے میں کامیاب نہ ہو
کروں طعام تناول بہ قدرِ سدِ رمق
تلاشِ معنی و فکرِ سخن رہے مجھ کو
مشاہدہ ہے بقدرِ مجاہدہ خالد
سلاحِ معرفت و علم سے مسلح ہو!

۵۰

کیفیت کیا کہوں محبت کی
آبِ حیواں بھی زہرِ قاتل بھی

میں جو کرتا ہوں نالہ و زاری
کیا ترے گوش زد نہیں ہوتی ؟

صاحبِ کشف شخص تنہا میں بھی
من کہ افتادہ ام بدر بدری

ہل چلاتا ہوں ریگزاروں میں
ہیں مرے خواب ناتمام ابھی

بوالہوس سوزِ عشق کیا جانیں
کہیں لہو و لعب کو زندہ دلی

عمر بڑھنے کے ساتھ گھٹتی ہے
وقت دیتا بھی ہے چُراتا بھی!

۵۱

تاکید کرو زمزمہ سنجانِ چمن کو
بے چین ہوں دل جن سے وہ نغمے نہ الاپو!
اے اہلِ وطن کھاؤ پیو شوق سے لیکن،
کھیلو نہ کبھی سَر سے، کبھی منہ سے نہ بولو!
ہر طائرِ پرّاں کے پر و بال کرو قینچ
ہر بندۂ آزاد کو شیشے میں اتارو!
بن جائے روایت نہ کہیں حلقۂ زنجیر
ہر رفتہ کو موجود کی میزان پہ تولو!
پرسانِ پریشانیٔ انساں نہیں کوئی
قسمت کی گرہ ناخنِ تدبیر سے کھولو
کیوں صرفِ نظر کرتے ہو انجام سے اپنے
قدرت تو طرفدار کسی کی نہیں لوگو!
ہم تو ہیں فقط دل زدۂ ذوقِ تماشا
رم ہم سے عبث کرتے ہو اے زہرہ نگاہو!

ہم چشمِ سحر، دیدۂ شب، دستِ صبا ہیں
پردہ تو ہے نامحرموں سے لالہ عذارو!

وہ قوم کہ نام اس کا مسلمان ہے خالد
کیا یاد ہے شرطِ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ کی اس کو؟

۵۲

تشنگی ذلّہ خواری سے بہتر
کاہلی ہرزہ کاری سے بہتر

عہدِ اقبالِ بے دادگر میں
بے بسی بختیاری سے بہتر

جارو جنجالِ حرص و ہوا میں
حسرت امّیدواری سے بہتر

عاشقِ حرف و رنگ و نوا کو
بستگی رستگاری سے بہتر

علم و فن کے لیے اہلِ تن کی
بے رُخی دوستداری سے بہتر

مسلکِ اہلِ اقدار میں ہے
ہم دلی ہم کناری سے بہتر

ہو فروغِ ہنر کا سبب تو
فسق پرہیزگاری سے بہتر

عاشقوں کی نبردِ ہوس میں
مات ہے کامگاری سے بہتر

دیدۂ اہلِ قلب و منظر میں
فقر ہے شہر یاری سے بہتر
ضامن امن و بقا کا نہیں ہے
دہر میں بردباری سے بہتر
کوئی فوز و فضیلت نہیں ہے
فرض کی پاسداری سے بہتر
نسخہ تالیفِ قلبِ جہاں کا
ہے کوئی غم گساری سے بہتر؟
اس مسیحا نفس کا تنفّس
موجِ بادِ بہاری سے بہتر
نکہت اس زلفِ پیراستہ کی
بوئے عُودِ قماری سے بہتر
کوئی جوہر نہیں ہے بشر میں
قول کی استواری سے بہتر
اے زباں دانو! شیوا بیانو!
چُپ ہے بے اعتباری سے بہتر
دل کی فریادِ خاموش خالدؔ!
بے گداز آہ و زاری سے بہتر!

۵۴

شبِ عدم کی خدا جانے کب سحر ہو گی؟
کب آنکھ محوِ تماشائے منتظر ہو گی؟
حوالے خود کو کریں ہر گزرتے لمحے کے
یہ فرصتِ گزراں کیا یونہی بسر ہو گی؟
یہ تابناک جوانی سدا بہار نہیں
شفق کی لاٹ ہے لو اس کی مختصر ہو گی
چراغِ لالہ کی زد میں ہے آشیانۂ گل
نجانے اہلِ گلستاں کو کب خبر ہو گی؟
ہم اہلِ درد ہیں ٹوکو نہ ہم کو محتسبو!
بھلا ہمیں ہی تمنائے خیر و شر ہو گی؟
فسانے لکھیں گے زندہ محبتوں کے مگر
رگِ گلوئے قلم زیرِ نیشتر ہو گی
خیالِ صحبتِ رفتہ اداس رکھتا ہے
خبر تھی گو کہ یہ زلفِ رسا نہ سر ہو گی

ہے جو نوشتۂ قسمت وہ بھوگنا ہوگا

اگرچہ محنتِ بازو بھی بارور ہوگی

ہر ایک اہلِ قلم عمر بھر یہی سوچے

مرے مقام کی دنیا کو کب خبر ہوگی؟

شروع ہی سے بتایا مجھے اباؔ لو نے

"لہو ترنگ جو لے ہو وہی امر ہوگی"

کھلے گا سرِ وجود و شہود اتنا ہی

کہ جتنی معرفتِ سیّدُ البشر ہوگی!

۵۴

آنکھ پر اختیار ہے کس کا ؟
عشق کیا ہے تصرّفِ بے جا
شب کی تاریکی و خموشی میں
کس سے سرگوشیاں کرے دریا؟
دس دامین و وامق و عذرا
قِصَّۃُ الْعِشْقِ لَا انْفِصَامَ لَھَا
ہیں پری پیکروں کے غول کے غول
کوئی سیتا کوئی سروپ نکھا
لبِ لعلیں سے ٹپکے شعلۂ مے
عارضوں پر گلال سا بکھرا
اسے دیکھوں میں اس طرح جیسے
ارضِ موعود کی طرف موسٰی
کس نے دیکھا ہے موت کا بہانک؟
کون سیڑھی سے آسمان پہ چڑھا؟
دہر پر کس نے حکمرانی کی ؟
خنگِ گردوں کو کس نے رام کیا ؟

گل و لالہ وہاں وہاں دیکھو

خونِ عاشق جہاں جہاں ٹپکا

کُشتۂ تیغِ دستِ دوست ہوں میں

طلبِ خوں بہا نہیں کرتا

اِسْمَعُوا مَا یَقُوْلُ سَیِّدُکُمْ:

اِنَّ خَیْرَ الْاُمُوْرِ اَوْسَطُهَا!

خیر و شر ہیں مقدّر و مقسوم

تَحَمَّدُ رَبَّكَ كَانْ شِئْتَ!

کون ناقابلِ رسائی ہے؟

اِصْعَدْ اَنْتَ اِلَى الْعَلَالِیْ

لوحِ محفوظ ہے دلِ بیدار

اِنَّ خَیْرَ الْقُلُوْبِ اَوْعَاهَا

مع توفیقِ علم و ذوقِ عمل

رَبِّ زِدْنِیْ تَحَیُّرًا فِیْكَ!

قلم اس کا برنِ ختن کا ہے

اِنَّ فِیْ سَیْفِ خَالِدٍ رَهَقًا!

ہے سلیمانِ مالکِ فن خالد

حکم چلتا ہے حرف پر اس کا!

۵۵

دل ہے معنی سے لبالب مرا
جو پڑھا تھا وہ فراموش ہُوا
پر قلم کس نے کیے خوشبو کے؟
کس نے نغمے کا گلا گھونٹ دیا؟
بر سرِ کارِ نظر بندیِ دل
شعلہ رُخ ، شعلہ قبا ، شعلہ نوا:
کتنے سادہ ہیں کہ جو رکھتے ہیں
حسنِ طنّاز سے امیدِ وفا
وہی فنکار ہے جو سچ پُت ہے
ہمہ اخلاص ، ہمہ استغنا
ظلم سے ہار نہ مانی جس نے
سامنے جبر کے جو خم نہ ہُوا
پیار انسانوں سے کیوں ہو نہ اسے
اس کے سینے میں ہے دل خالق کا

ہمیں منظور ہے زمزم کے عوض
آبِ حیواں نہ شرابِ کسریٰ
دھوپ اور چھاؤں میں کیا فرق نہیں؟
کیا برابر ہیں ضریر و بینا؟
نفسِ امارہ کہاں بھرتا ہے؟
سانس کے ساتھ ہے سانسا سار
علم جوشیدن و کوشیدن ہے
مبلغِ علم نہ دنیا کو بنا
کس نے کی کمتری اپنی تسلیم؟
بحث و تکرار میں کس نے جیتا؟
علمِ اشیا تو ہے عرفان نہیں
اِنَّمَا النَّاسُ عَبِیدُ الدُّنْیَا
کون سمجھائے عزاداروں کو
جاہلیت کا عمل ہے نوحہ
دل کے بہلانے کے سامان بہت
رنگ، آواز، مہک، سندرتا
صاحبِ کشف و کرامت تھا عمرؓ
بَخَعَ الْاَرْضَ فَقَاءَتْ اُکُلَہَا

فاطمہ بنتِ محمدؐ بھی اگر
کرے چوری تو کٹے ہاتھ اس کا
ہو حقیقت بھی تو کس منہ سے کہوں
لَیسَ فِی جُبّتِیْ اِلَّا اللّٰہ؟
دخترِ رز کا میں ہوا خواہ نہیں
میں ہوں ساغر کشِ صہبائے نوا
متوطّن ہوں عدم کا خالد
معٔ عملداریِ اقلیمِ بقا!

۵٦

قربِ نس نس میں آگ بھرتا ہے
وصل سے اضطراب بڑھتا ہے
میں فقط ایک خواب تھا تیرا
خواب کو کون یاد رکھتا ہے؟
آج کی شب شبِ قیامت ہے
دل مرا بے طرح دھڑکتا ہے
فقر کیا ہے بہ دستِ پیوستن
غم کا عرفاں ہے آگہی کیا ہے؟
میں ملاتا ہوں شعر و آتش کو
فن مجھے کیمیا کا آتا ہے
توشۂ راہِ عشق ہے اندوہ
غم دلوں کو قریب لاتا ہے
شعرِ تازہ ہے تحفۂ شاعر
مشک نافہ ہرن نے اگلا ہے

قلّتِ کلفت و تکلّف میں
راحتِ قلبِ ناشکیبا ہے

عیشِ ناپائدار پر نازاں
آدمی کتنا بھولا بھالا ہے!

جان کا صرفہ ہو تو ہو لیکن!
صَرف کرنے سے علم بڑھتا ہے

کسے پاسِ مراتبِ الفاظ؟
حشرِ معنی سے قتل برپا ہے

پا کے غافل نہ کہیں ڈس لے تمھیں
ڈرو اس سے جو تم سے ڈرتا ہے

مقصد اثباتِ ذات ہے اس سے
کیا گلے کا سبب بھی ہوتا ہے؟

سچے تخلیق کار کی مانند
اونگھتا ہے خدا نہ سوتا ہے

آب درنگِ حیات ہے اس سے
آرزو جاگتوں کا سپنا ہے

میرے مولا کریم نے مجھ کو
غیر مطبوع ذہن بخشا ہے

یوں لگے جیسے پردۂ سیمیں

آنکھ کیا روح کا دریچہ ہے؟

کس نے دیکھا ہے پردۂ ظلمات؟

دل کے بھیدوں کو کس نے پایا ہے؟

کون مر کر دوبارہ زندہ ہوا؟

کون ملکِ فنا سے لوٹا ہے؟

کوئے یکسر مجھے منظر انداز

کس سے دل ہم کلام رہتا ہے؟

باوجود فشارِ شب ہمہ شب

حسن ہر صبح تازہ ہوتا ہے

ہر بُنِ مُو بنا ہے پردۂ ساز

دل کے تاروں کو کس نے چھیڑا ہے؟

بات عبد العزیز خالد کی

داستانِ امیر حمزہ ہے!

۵۷

خوابیدہ نہ بیدار، نہ پنہاں نہ پدیدار
محکوم نہ آزاد، نہ مجبور نہ مختار!

کس مے نے کیا مست اُویسِ قرَنی کو؟
اے جُرعہ کشانِ قدحِ دُردیِ خمّار!

درسِ ابدی ہے یہ تواریخِ امم کا
جو امن کا طالب ہے وہ ہے جنگ کو تیار

یہ فرصتِ عمرِ دو نفس پھر نہ ملے گی
اے شوخِ فسوں پیشہ و اے لعبتِ عیّار!

کب تک ہمیں ترسائے گا تو اے بُتِ ترسا
تابندہ و زیبندہ و فرخندہ و طرّار!

دل قائلِ آشوبِ قیامت ہو نہ کیونکر
کیا آن ہے کیا شان ہے کیا قامت و رفتار!

ہر عضوِ بدن شوخی کا سانچے میں ڈھلا ہے
مستغرقِ جلوہ ہوں مگر تشنۂ دیدار

اے غمزۂ غماز! نگاہِ غلط انداز

اقرار کا اقرار ہے انکار کا انکار

یسرِقن[1] و یزنین و یاتین بہتان

ہر دور میں ہوتی ہیں زلیخان طرحدار

لاتا ہے نہ دام اسے جذبِ اسیری

ہو اپنی ہی مرضی سے ہر اک صید گرفتار

دل سینے میں پگھلے تو بنے شعلۂ ادراک

حاصل نہ ہو بے سوزِ دروں دولتِ بیدار

ہر علم سے ہو معرفتِ نفس نہ پیدا

ہوتا نہیں [illegible] اہلِ خبر صاحبِ اسرار

کس نے مجھے گمراہ کیا کس کا میں لوں نام!

اے نفسِ ہوس کوش [illegible] و بہانہ گر و مکار!

انسان کی پرواز ہے [illegible] افکار [illegible]

[illegible] دنیا ہے سب توسن طرار

---

[1] چھنال پن کریں، چوری کریں [illegible]

جو ہوسیں چھنالا کریں، بہتان رکھیں

[illegible]

ہے کون نگہباں بنی آدم کے شرف کا

ہر آدمی اپنی ہی غرض کا ہے وفادار

ہلچل بھی بہت، امن و سکوں بھی نہیں لیکن

ہیں بے حسی و بے عملی کے وہی آثار

اندیشۂ حاضر نہ پریشانیِ فردا

ہر حرف و حکایت ہے یہاں مہمل و بیکار

اس جہل کی مسموم گلوگیر فضا کا

ہے توڑ اگر کوئی تو آزادیِ افکار

مومنٌ لَا یُلدَغُ مِنْ جُحرٍ مِرارًا[1]

سو بار سنا ہم نے پہ دیکھا نہیں اک بار

خلاقِ جہاں یَأمُرُ بِالعَدلِ وَالاِحسَاں[2]

اے زمرۂ اسلامیاں اے فرقۂ ابرار!

گو جنگ مقدر سے نہیں بس میں ہمارے

اے دل مگر اک نعرۂ مستانہ بیکار!

---

[1] ایک ہی بل سے ڈسا جائے نہ مومن بار بار

[2] عدل و احساں کا حکم دیتا ہے
حکم دیتا ہے احسان و انصاف کا

ہر اہلِ وطن کے لیے ارضِ وطن اپنی

اک قطعہ ہے فردوس کا ، اک گوشۂ گلزار

گم دشتِ ہویدا میں ہُوا قافلہ دل کا

لیں کس سے پتہ ، کس سے کریں حجتِ تکرار ؟

کیا جنس ہے یہ جنسِ تنک مایۂ ہستی

نرخ اس کا نہیں منحصرِ گرمیٔ بازار

ہر چند معانی ہی سے لفظوں میں پڑے جان

طے طرزِ بیاں سے ہو قد و قامتِ فنکار

گفتار میں مخمل ہوں میں کردار میں فولاد

مردِ متواضع ہوں مگر سطوتِ جبار

اقدام سے کرتے ہیں جو تسخیرِ اقالیم

ہوں میں بھی ان افرادِ اولوالعزم کا ہمسر

۵۸

وسعت آبادِ سخن جس کی قلم رو ہو اسے
نہ رقابت نہ حسد اہلِ زر و سطوت سے
سلسلہ دہر کا ہے غم سے منوط و مربوط
ملے دنیا کی کشاکش سے فراغت کیسے؟
اہلِ دل معتکفِ گوشۂ تنہائی ہیں
حرف خامے میں نہاں، تار ہیں آہنگ چھپے
جس جوانمرد نے دے دی ہو غلامی کو طلاق
منہ کھلا رکھے نہ دنیا کے عطیے کے لیے
وہی غمّاز بنا سمجھے تھے محرم جس کو
اپنے ہی بارِ گراں سے تنِ نازک ڈولے
وقت کے ساتھ خیالات بدل جاتے ہیں
زندگی قلب و نظر کی ہے تلوّن ہی سے
نکلیں دشوار بہت قرب و رضا کی شرطیں
مال و اولاد سے کم لوگ بلتے دیکھے

شہرِ بھنبھور کی بستی ہو کہ یا جھنگ کی ہیر
جاں نثاری کا ہو دعویٰ جسے تایا جائے

ہے لہو سے شفقیں رہگزرِ دانا باد
مرزا یکّی پہ بھٹا کر لیے جاتا ہے کسے؟

ہر زنِ غیر سے کہتا ہے: ہِبی لِی نَفسِکْ!
بوالہوس طاہر و حامل میں کہاں فرق کرے!

ہم خفا ہوں کسی مہوش سے تو کس برتے پر؟
روٹھتے ہیں وہی جن کے ہوں منانے والے

مُتَنَطِّع، مُتَشَدِّق، مُتَفَیْہِق، ثَرثار
ہم سخنور ہیں گناہ گار فقط باتوں کے

طلبِ علم میں جائز ہے تملّق لیکن
علم حاصل نہ کرو فخر و نمائش کے لیے

نوعِ انسان کی مساوات کا منشور ہے یہ
عشق میں مالک و مملوک کی تفریق مٹے

کب سے ہیں غنچۂ سربستہ کی مانند خموش
اذنِ دیدار دیا طاقتِ گفتار بھی دے

---

۵ (یا) حائض

نہ مرا دست نہیں اَنتَ عَصَیتَ ثمّ

پاسبان اس کا نہوں میں جو مرا پاس کرے
کروں کس منہ سے میں انکارِ معاصی اے دل؟

ہر بنِ مُو سے صدا آتی ہے یا رب مدد ے!
رُوسیاہی مری مایوس نہ کر دے مجھ کو

فَاَعُوذُ بِكَ مِنْ شَرِّ قَضَاءِ السُّوْءِ!

۵۹

بسکہ ناقابلِ ادراک ہیں اسرارِ نہاں
عاشقِ لذتِ محسوس ہیں ابنائے جہاں
سب الف کھینچنے والے ولی اللہ نہیں
کہیں چھپتا ہے اڑایا ہوا اندازِ بیاں؟
اہلِ وحدت نہ پئیں جامِ شرابِ ممزوج
دلِ زندہ میں ہوں یکجا نہ نفاق و ایماں
کسی سائل پہ درِ رحمتِ حق بند نہیں
ہے خدا دیرِ غضب اور سریعُ الاحساں
سہو و نسیان و خطا نوعِ بشر کا ورثہ
مَا مِنْ آدَمِیٍ اِلَّا وَمَعَہٗ شَیْطَان
ازرہِ طعنہ و تضحیک بہ ستر بار کہہ کر
گفتگو کرتی ہے محتاج سے ہندِ نعماں
ذائقہ زہرِ ہلاہل کا لبِ لعل میں تھا
قتلِ شیریں کے بوسے نے کیا مومن خاں

قحط کب سے پڑا انساں کا مسلمانوں میں؟

سنگ احمر کا ہے کیوں خود پہ ابوذر کو گماں؟

پڑھو امثالِ سلیمان و زبورِ داؤد

حسنِ ابلاغ حقیقت میں ہے اعجازِ بیاں

دل شراکت کی محبت کا روادار نہیں

ہے خوش کام وہ آرامِ دلِ مشتاقاں

حال کو یاد نہیں قول و قرارِ ماضی

صرفۂ گردشِ دوراں ہوئے عہد و پیماں

مری تخمیر ہوئی مستی و ہوشیاری سے

غم ہے رگ رگ میں رواں مثلِ مَے گرم و تپاں

وارثِ سرمد و سقراط و مسیح و منصور

ہے یہ دل سوختہ منجملۂ آتش نفساں

اس کی مانند ہوں ضِلّیل و مُضلّل ہیں بھی

اِمرؤُالقَیس بھی تھا میری طرح شعلہ بجاں

مدحِ اسکندر و دارا کی توقع مجھ سے؟

میں نظامی نہیں میں شخص کا ہوں مرتبہ داں

مجھے حاصل ہُوا عرفاں بہ طریقِ اشراق

ہوئی بندے کو عطا خواجگیِ کون و مکاں

ابدالدّہر رواں سِکّہ جہاں میں جس کا

جس کے ماتحت فراخائے وجوب و امکاں

وہ چمن بندِ دو عالم وہ مرا عالی جاہ

اس سے ملنے کی جگہ : حوض و صراط و میزاں

عمر و توفیق و شرف میں ہو اضافہ یارب!

میر و سلطاں کا گوارا نہیں مجھ کو احساں

جرأت آموزِ تمنّا ہے مری نادانی

رَبُّ الاَرباب کہاں اور کفِ خاک کہاں!

کہتے تھے نابغۂ ممتنع اقبال کو جو

آج حیرت سے ہیں وہ جانبِ خالد نگراں!

۶۰

جانے روئے زمیں پہ کب ہوگی
بادشاہی غریب لوگوں کی ؟
خندہ زن سطوتِ سکندر پر
ہمتِ دیو جانسِ کلبی
عشق ہے امر و نہی سے آزاد
کس نے اُمُّ الکتاب عشق پڑھی؟
ارغواں پوش ہے زمیں خوں سے
کھیلتے ہیں کھلنڈرے ہولی
آدمی ہے حقیقتِ کبریٰ
ہے قسم موجزن سمندر کی
سن رہے ہیں ازل سے بانگِ درا
راہِ معنی کسی سے طے نہ ہوئی
عقلِ مطبوع کے بغیر نہ دے
عقلِ مسموع فائدہ کوئی

عقل خواہش کی پیروی نہ کرے
تو بشر بے وقار ہو نہ کبھی
اکثر و بیشتر گناہوں سے
روکے خوفِ فساد و رسوائی
دہر کلجگ نہیں ہے کرجگ ہے
شاملِ سعی ہو مشیّت بھی
کان عاشق ہو آنکھ سے پہلے
اَلشَّبَابُ مَطِیَّۃُ الْجَھْلِ
کس کی آنکھوں میں سرخیِ مے ہے؟
کس کے رخسار پر شفق پھولی ؟
جانے کس شہر کس دیار میں ہے
میرے خوابوں کی لعل شہزادی ؟
اِنَّھَا اَعْطَرُ نِسَاءِ النَّاسِ
ضَخْمَۃُ الثَّدْیِ ضَامِرُ الْکَشْحِ
ھَلْ لَکَ فِیَّ حَاجَۃٌ ؟ پوچھے
خودسری خود سپردگی میں ڈھلی
بھاگوت رس بھی تحفہ شے ہے مگر
بجھے آبِ دہن سے پیاس مری

کیسے گذری شبِ وصالِ حبیب
کوٹھا ماراں کہ گل کراں سچّی ؟

ہمیں پروردگار نے بخشے
تحفہ ہائے طلسمِ خلّاقی

یوگ سے بھوگ مل گیا ہم ہیں
ہم قلندر بھی ہیں سکندر بھی

ہم نے تخمِ سخن بکھیرے ہیں
رام ہو شاید آہوئے وحشی

اے گرانمایگانِ عالمِ حرف!
آنج کا کھیل ہے سخن سنجی

شاعروں کو نہ سمجھو بے جبروت
بخشیں کچلے ہوؤں کو آزادی

نشہ مطلوب ہے شراب نہیں
ہم پئیں دُردِ تہ پیالہ بھی

ہم سے پوچھو کہ ہم ہیں واقفِ حال
فرقِ علمِ لدُنّی و کسبی

سیرِ ظلمات بھی کری ہم نے
لذّت آبِ حیات کی بھی چکھی

ہم ستاروں کی فصل کاٹیں گے

ہم نے بوئی ہے حرارت کی کھیتی

ڈال دی ہیں زمیں کی بنیادیں

ذرہ گرد [illegible] ہے صورتِ [illegible]شر کی

لوگ ہیں آتش برگ کی مانند
چھپے رہتے ہیں اکثر آنکھوں سے
ہیں کہاں وہ کشیدہ قد جن کے
منتظر ہیں کسے ہوئے ناتے؟
یہ پری رُو بھی کیا ہوئے پیدا
سڑی مٹی کے سوکھے گارے سے؟
یوں تصور میں ابھرے نقش اس کا
یوں وہ بزمِ خیال میں آئے
جس طرح سانس آئے سینے میں
نیند آنکھوں میں جس طرح اُترے
میں کہ فکری جمود کا دشمن
حرفِ تازہ ہے تحفہ میرے لیے
جس سے نظریں الجھ رہی ہیں تری
کیا طرح دار تر ہے وہ مجھ سے؟
جسم لپٹا دھنک کی چادر میں
ٹپکیں ہونٹوں سے شہد کے قطرے
نازنینی بھی، نوجوانی بھی
مئے دو آتشہ ہے کیا کہیے!

دو کٹورے گداز مرمر کے
سینۂ سیمگوں پہ کس نے دھرے؟
دلِ خالد کو عشق ہے ان سے
جن کے سینوں سے جوئے شیر بہے!

۶۲

ہے ان پہ ہر جگہ تنگ اس زمین کی وسعت
دو دل جہاں بھی ملے تین تفرقہ ہو ترت
غلط جگہ پہ لگایا ہے میں نے دل اپنا
ہے تا قیامِ قیامت فراق کی ساعت
بیانِ سوزِ نہاں کا ہو کیا وہاں امکاں
جہاں نہ دید کو ہو بازدید کی رخصت
ہجومِ مردمِ بیگانہ میں سرِ راہے
ملا تو ایک رمیدہ غزال کی صورت
خیالِ خاطرِ جاناں نے کی زباں بندی
وگرنہ مخفی بہت افشائے راز میں راحت
حصارِ تن میں ہو برپا نہ خانہ جنگی کیوں؟
تلاشِ حق میں ہے دل، نفس درپئے لذّت
یہ خیر و حسن کے دشمن، یہ اہلِ رشوت و ظلم!
کھلا نہ ہم پہ کہ ہیں کس رسول کی اُمّت؟

خمار نشّے کا حصّہ ہے مے کی قیمت ہے
نشاطِ قرب ہے بیعانۂ غمِ فرقت

فریب دو نہ کسی کے فریب میں آؤ
دروغ خوف و خلش، راستی طمانیّت

نہ سمجھو ہمرہِ آوارگانِ شوق مجھے،
ہے دم بدم مری تازہ بتازہ کیفیّت

کیا ہے میں نے تغزّل کا ساتوں در وا
جریدہ رو ہوں سمجھتا ہوں خود کو خوش قسمت

عزیز رکھتے ہیں خالدؔ کو جانے خوباں کیوں
نہ اقتدار کا مالک، نہ صاحبِ ثروت!

۶۴

فتح کتنی خوبصورت ہے مگر کتنی گراں!

بارہا رد کی ہے میں نے دعوتِ وصلِ بتاں

نغمۂ بلبل ہے فریادِ وداعِ فصلِ گل

سعی حاصل درحقیقت ہے متاعِ رایگاں

زندہ رہنے کے ہیں امکانات کیا، آثار کیا؟

کون سی قدریں ہیں باقی، کونسی سچائیاں؟

شاعروں کا کام کیا تنسیقِ اوصاف و نعوت

یا ثنا شاہوں کی یا مدحِ سراپائے بتاں

زہر ہے فن کے لیے دربارداری کا مزاج

کمترین شرطِ گویائی ہے اخلاصِ بیاں

تیرے ہاتھوں پر لگا ہے بے گناہوں کا لہو

جامِ جم میں مے نہیں خونِ سیاوش ہے مغاں!

میں تو پیتا ہوں فقط گلنار ہونٹوں کی شراب

سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلیٰ رہے وردِ زباں

ختم ہیں اس شوخِ رعنا پر طرحداری کے رنگ

قدِ بالا جس کا ہے رشکِ قضیبِ خیزراں

جھنجھنا اٹھنے کو ہیں بیتاب تنِ بیمار کے تار

کون لائے تابِ حسنِ بے حجابِ مہوشاں؟

کوئی تنہائی کا گوشہ. کوئی کنجِ عافیت

عاشق و معشوق یکجا ہوں کہاں اے آسماں؟

اے محبو! راہِ الفت میں ہر ایک شے ہے مباح

کس نے کھینچا ہے خطِ ہجراں تمھارے درمیاں؟

بے نیازِ حرف ہے گفتارِ چشم بے سخن

درمیانِ محرمانِ جاں ہے نامحرم زباں

تتلیاں دیکھی ہیں بیٹھی خشک پھولوں پر کبھی؟

حاجتیں اپنی کرو تم خوبروؤں سے بیاں!

جانے کن اوقات میں لکھتا تھا "قانون و شفا"

بو علی سینا وہ مقتولِ مغاں شیوہ بتاں

رات دن سنتا ہوں تسویلاتِ اربابِ حسد

احتیاجِ دشمناں بھی ہے ہنر کو بے گماں

موت سے وحشت ہے لوگوں کو محبت مال سے

بانگِ بے ہنگام ہے کوسِ رحیلِ کارواں

ہے قریب اے شب زدو! صبحِ قیامت کا طلوع

ٹوٹنے کو ہے ازل تاباں طنابِ کہکشاں

تم اکیلے آئے دنیا میں اکیلے جاؤ گے

زندگی اک پُل ہے کیا پُل پر بناتے ہو مکاں؟

خضر زندہ ہے مگر زندانیِ عمرِ ابد

اے اجل کس کام کی ایسی حیاتِ جاوداں!

میں بھی ہوں مانند ماموںؔ کے امیرالکافریں

لبکہ ہوں وارفتۂ فکر و فنِ یونانیاں

قیس ہوں لیکن نہیں مجنونِ صحرائے جنوں

لیلیِ فن وقت ضائع کرنے دے مجھ کو کہاں!

ہے سلیماںؔ کی طرح واقف لسان الطیر سے

شاعرِ زہرہ نگاہاں . خالدِؔ عقدہ زباں!

۶۵

خود تراشیدہ صنم کو پوجوں
اپنے ہی عکس کا دیوانہ ہوں

مجھے رکھتا ہے جوان و سرشار
رگ و ریشہ میں گُلگُن کھیلتا خوں

نہیں منّت کشِ پیمانۂ مُل
مستِ یادِ لبِ لعلِ میگوں

نشّۂ زندگی ، اندیشۂ مرگ
ہوں بیک وقت میں شاد و محزوں

جا کے کس در کی ہلائیں زنجیر ؟
کون ہے دادرسِ حالِ زبوں ؟

وہی عالم وہی ابنِ آدم
وہی آشوب وہی چند و چگوں

دے مجھے حوصلۂ نطق و بیاں!
اے خداوندِ حکایات و فسوں!

کُھلے ہر بابِ معانی مجھ پر!
تو ہو مجھ پہ ہوں نازل مضموں

۶۶

دیدہ و دل کا زیاں ہے سر بسر انجامِ کار
عشقِ خوباں اوّل اوّل مستی و آخر خمار

سارے تاکستان کا نشہ ترے سانسوں میں ہے
سونگھنے سے جن کے از خود رفتہ بادِ نو بہار

دیکھ کر رنگینیاں تیرے لبِ شاداب کی
لالۂ صحرا خجل، برگِ گُلِ تر شرمسار

نو بروں کے جسم جیسے تار باجے کے کسے
فتنۂ بر خاستہ ہے بے کنار و ہم کنار

بول یوں نکلیں لبوں سے جس طرح بربط بجے
چھینیں افسوں پھونک کر سب اہلِ دل کے اختیار

زیب دے جاناں! نہ اترانا پرائی چیز پر
ہے جوانی موسمِ گل کا لباسِ مستعار

ہاں یہی شرحِ مبیں "مَنْ یُّفْسِدُ فِیْھَا" کی ہے
ہر طرف، ہر دم، بپا ہنگامہ ہائے گیر و دار

۱؎ یا، جیسے شہنائی بجے

معنت کے جھگڑے تنگ ظرفوں سے کیوں لیتا ہے مول؟
کیوں نہیں بنتا خدا ساں بے نیاز و بُردبار؟
تیرے منکر ہم سے کرتے ہیں خداوندا! سوال
اپنے بندوں پر تجھے حاصل ہے کلّی اختیار؟
پہنۂ صحرا میں گو بجے جیسے آوازِ جرس
آنگنوں میں یونہی منڈلائے دکھی دل کی پکار
ہے تماشا گاہِ عالم یا سرابِ زندگی؟
تنگنائے زندگی ہے یا مضیقِ انتظار؟

۶۷

نشو و نما فن کی اگر چاہیے
حوصلۂ عرضِ ہنر چاہیے

فائدہ کیا کاوشِ اظہار کا
حرفِ تمنّا میں اثر چاہیے

پرورشِ لوح و قلم کے لیے
شہرتِ بے جا سے حذر چاہیے

جادۂ سرمنزلِ توفیق میں
رخصتِ صفا، زادِ سفر چاہیے

کس قدر انسان ہے خوار و زبوں
نظمِ جہاں زیر و زبر چاہیے

مدِّ نظر دیدِ نگاراں ہو تو
خانہ سرِ راہ گذر چاہیے

تقویتِ قلب و جگر کے لیے
بر میں اک انگیختہ بر چاہیے

"کم ہیں شناسائے زرِ داغِ دل
اس کے پرکھنے کو نظر چاہیے"

خرمنِ مشکِ شبِ یلدا نہیں
ہم کو بتاشیرِ سحر چاہیے

نقشِ قدم جس کے سرِ کہکشاں
راہبری کو وہ بشر چاہیے!

۶۸

اسی کے ہاتھ میں ہیں خیر و شر کے اندازے
حفاظت ارض و سما کی گراں نہ گزرے جسے
ہر اک دور میں کم کوش و خود فریب انساں
کسی نجات دہندہ کا انتظار کرے
ہے اس جہاں میں ایسا بھی کوئی خطّہ جہاں
نہ دوستی ، نہ سفارش ، نہ لین دین چلے ؟
قوامِ عالمِ کون و فساد ہے انصاف
مگر یہ بات کہیں اس نواح میں کس سے ؟
کبھی تو جانیں کہ جینے کا مدّعا کیا ہے ؟
کبھی تو عقدۂ سربستۂ حیات کھلے !
ہمارے کام نہ آئی دقیقہ سنجیِ دل
تمام لحن مبدّل بہ آہ و نالہ ہوئے
عذابِ جاں بنے اس طرح حرفِ ناگفتہ
دھرے ہوں سینے پہ جیسے دہکتے انگارے

نہ ہوگا خانہ بر انداز کوئی ہم سا بھی
ہم آئے لوگوں کی باتوں میں اس سے رُوٹھ گئے
منظر میں حسرت یک عمر آرزومندی
زباں پہ بول : خدا حافظ اے محبت : کے
زمین ہلتی ہے متوالی چال سے تیری
اسیر کون ہے جادو کا آج کل تیرے ؟
مبصّرانِ حقیقت سے یہ سنا ہم نے
بھنس پرندے پروں، آدمی زبانوں سے
ہوا اشتعال کے دوران عقل کی پہچان
ہوا کے ساتھ جُھکے، بانس ٹوٹنے سے بچے
ملا ہے اس کا مجھے منصبِ ثنا خوانی
یہ عرش و فرش بنائے گئے ہیں جس کے لیے!

۶۹

دکھ سے بے کل ہیں پرندے جس طرح سے پر کٹے
ہو کوئی ترکیب ایسی بوجھ سینے سے ہٹے
ہو مبارک ہر کسی کو اس کا مذہب اس کا کیش
جس طرح چاہے کوئی آموختہ اپنا رٹے
نام ہے عشق اک دوامِ سوز کا، لیکن ہوس
جتنی تیزی سے بڑھے اتنی ہی سرعت سے گھٹے
یہ جہانِ رنگ و بو ہے یا عقوبت گاہِ دل
ہر قدم پر یہ قیامت، قامتوں کے جمگھٹے
سادہ لوحی کے سوا کیا ہم فقیروں کی متاع؟
ہم مکانوں کے عوض لکھتے ہیں جانوں کے پٹے
شیخ چلّی بھی ہمی، ملّا نصیر الدّین بھی
نوحے سینوں میں، زبانوں پر لطیفے چٹ پٹے
دین و دنیا کا ہو کوئی ساجھی کارِ مشترک
ہم ہیں اوپر سے اکٹھے، لیکن اندر سے بٹے
گونجتا ہے رات دن جس میں خدا کا پاک نام
اس حسیں کشور کے گلیارے غلاظت سے اٹے!

پابجولاں اہلِ احساں آہ یہ دورِ زوال

دندناتے پھر رہے ہیں چور، چاٹر، جیب کٹے

خونچکاں منظر جوانمرگی کے تاحدِّ نظر

راستے ہستی کے، ارمانوں کی لاشوں سے پٹے

اپنے ہاتھوں پہ اٹھائے اپنے سر، زندہ شہید

[illegible]

ذوقِ گویائی پہ پابندی لگا سکتا ہے کون؟

پانی اہلِ فن کا بھرتے ہیں گوریلے مرہٹے

ہو تصادم ذہن و فکرِ نو کا باہم اس طرح

زلزلہ آئے، کوئی آتش فشاں جیسے پھٹے

پھر ملے موقع دراندازی کا کیسے غیر کو

گر رہیں سب اہلِ فرض اپنے محاذوں پر ڈٹے؟

چاہیے حق الیقیں عیسیٰ دمی کے واسطے

تیز ہو سینے کی لَو تو دھند آنکھوں سے چھٹے

حسن کار سیا، طنابِ خیمۂ گل کے لیے

حجلۂ بنتِ عنب میں ڈور خوابوں کی بٹے

گر نہ راہوں کو اجالیں اس کی یادوں کے چراغ

عرصۂ ظلماتِ ہستی کس طرح خالد! کٹے؟

۷۰

زندگی جو ایک شے تھی بے بہا
ہو گئی نذرِ غمِ برگ و نوا

آسماں کو فرصتِ ماتم کہاں؟
اک ستارہ ڈوبے نکلے دوسرا

انتظامِ دہر ہے کس کے سپرد ؟
اے خدا! اے قادرِ مطلق خدا!

بات بھی دل کی وہ کہہ سکتا نہیں
کس قدر مجبور ہے انساں ترا

ہم نہیں تیرے کبھی دھارے کیساتھ
اور قیمت اس کی کرتے ہیں ادا

اپنی گوں کے یار تھے، سمجھا کیے
ہم جنھیں اپنے صدیقِ باصفا

ان کہے لفظوں کو سن لیتے ہیں لوگ
خامشی بھی اک طرح کی ہے صدا

دامِ تزویرِ فقیہہ بے ضمیر
جُبّۂ سالوس و تسبیحِ ریا

برگِ گل سے کم نہیں ہیں خار و خس
ان کو بھی کرتا ہے مس دستِ صبا

وہ بھی ہیں جزوِ خمیرِ رنگ و بو
رزقِ خاکِ زرنگارِ گل کدہ!

عورتوں کا حُسن ہے نیچی نگاہ
اے سیہ چشمانِ کافر ماجرا

کیوں گریباں چاک ہو مانندِ گل
تن کے دکھلاتے ہو جوبن گات کا

صاحبِ خرمن ہوں لیکن خوشہ چیں
ہے کوئی تکمیلِ فن کی انتہا؟

زیرِ بارِ ابرِ نیساں ہے صدف
صاحبِ کُن کون اللہ کے سوا؟

ہے کہاں ملکِ شبابِ جاوداں!
ہے کہاں سرچشمۂ آبِ بقا؟

کس سے لیں خالد! سراغِ رفتگاں
ہے عدم کی رہگزر بے نقشِ پا

۱۷

یہ قلبِ پارہ پارہ کس طرح پیوند ہوتا ہے؟
ٹپکنا خون کا آنکھوں سے کیسے بند ہوتا ہے؟

جو باتیں فقر و درویشی کی کرتا ہے وہ اندر سے
حصولِ جاہ و زر کا کتنا خواہش مند ہوتا ہے

ہر اک محمود گاتا ہے ترانے اپنی مریم کے
ہر اک سرمایہ کا شاخِ نبات و قند ہوتا ہے

نئے رستے بیانِ راز کے وہ ڈھونڈ لیتا ہے
سخن ور پر کہاں اظہار کا در بند ہوتا ہے؟

نہیں بے عہدی و بے رہ روی کا نام آزادی
لبِ آزاد اپنے قول کا پابند ہوتا ہے

عبث ہے شکوۂ جورِ فلک، ہر کوئی اپنی ہی
حماقت سے گرفتارِ فریب و فند ہوتا ہے

کبھی دکھ درد جب بیچارگاں کا ہم بٹاتے ہیں
سرور آتا ہے کتنا، کس قدر آنند ہوتا ہے

مرے پہلو میں دل ہے اس طرح تمثالِ بیتابی
کسی گلخن میں جیسے دانۂ اسپند ہوتا ہے

ہے میری خود نگہداری ہی خالدؔ! محتسب میری
غرورِ ذات مجھ کو مانعِ سوگند ہوتا ہے!

۷۲

توشۂ خونِ تمنّا پر کریں گزران ہم
جانے کن کے واسطے ہے سُفرۂ لطف و کرم؟
ہے غموں سے واسطہ، لیکن سمجھتے ہیں کہ ہاں
موت کے غم سے ہیں کم دنیا میں جتنے بھی ہیں غم
خانماں برباد رہتے ہیں بگولوں کی طرح
ہوں گے ہم ایسوں سے اسبابِ معیشت کیا بہم!
گھاس ڈھونڈھیں جسطرح پھر پھر کے کستوری کے مرگ
یوں ہی کرتے ہیں فراہم رزقِ لوح، اہلِ قلم
کارِ اہلِ مذہب استبداد و جلبِ منفعت
بت بنے بیٹھے ہیں بیت اللہ میں پیرانِ حرم
یہ خدائے مشرق و مغرب کا گھر ہے اس میں کیوں
بے گھروں کی طرح ڈانواں ڈول ہیں اہلِ عجم؟
داستانیں جن سے وابستہ کراماتوں کی ہیں
فی زمانہ کیوں ہیں ناپید ایسے اربابِ ہمم؟

لوگ اپنے حکمرانوں کے طریقے پر چلیں

ہے یہ دیرینہ مقولہ آج بھی سچ، لاجرم!

بھوگتے ہیں لوگ سکھ دکھ اپنے ہی گن دوش سے؟

ہو چکا ہے یا کہ پہلے سے نصیب ان کا رقم؟

دیکھ کر طرزِ خرام اک نو بہارِ ناز کا

یاد آتا ہے غزالِ دشتِ نیمروبی کا رم

واسطہ کتنی زلیخاؤں سے اس کو بھی پڑا

ہے بلا تمثیل خالد یوسفِ مصرِ حکم!

۷۳

میں ساقی بھی ہوں مے کش بھی ہوں مے بھی
مغنی بھی ہوں بربط بھی ہوں لے بھی

خلیفہ ہے زمیں کا گرچہ انساں
مگر بیع و شرٰی کی ایک شے بھی

سب انداز نظر پر [illegible]
ہے زیست اک عقدہ لاینحل بھی ہے [illegible]

وہی شرح و بیانِ رنج فرسا [illegible]
سنیں ہم نے حکایت ہائے [illegible]

کریں بہتان طرازی جس زباں سے
اسی سے بولتے ہیں لوگ جے بھی

یہی باعث ہے ساری الجھنوں کا
نہیں ہستی جہاں کی اور ہے بھی

نہیں ہمراز مغرب کے مکیں ہی
ہیں محرم میرے اہلِ روم و رے ہی

۴۷

نخچیر ہوں میں کشمکشِ فکر و نظر کا
حق مجھ سے ادا ہو نہ دروبستِ ہنر کا

مغرب مجھے کھینچے ہے تو روکے مجھے مشرق
دھوبی کا وہ کتّا ہوں کہ جو گھاٹ نہ گھر کا

دبتا ہوں کسی سے نہ دباتا ہوں کسی کو
قائل ہوں مساواتِ بنی نوعِ بشر کا

ہوں بے سروساماں یکے از خاک نشیناں
پھیرا نہیں کرتا کسی ذی جاہ کے دَر کا

ہر چیز کی ہوتی ہے کوئی آخری حد بھی
کیا کوئی بگاڑے گا کسی خاک بسر کا؟

دلگیر تو بے شک ہوں پہ نومید نہیں ہوں
روشن ہے دلِ شب میں دیا نورِ سحر کا

پوشیدہ نہیں مجھ سے کوئی جزر و مدِ شوق
محرم ہوں میں صد دلبرِ انگیختہ بَر کا

زندان و سلاسل سے صداقت نہیں دبتی
ہے شانِ کئی سلسلہ بس رقصِ شرر کا

تصویر کوئی بنتی دکھائی نہیں دیتی
کیا صرفہ عبث ہم نے کیا خونِ جگر کا؟

کیا شغل شجر کاریِ افکار سے بہتر
سودا سرِ شوریدہ میں گر ہو نہ ثمر کا

کیوں سرخوشِ رفتار نہ ہو قافلۂ موج
رہزن کا ہے اندیشہ نہ غم زادِ سفر کا

ڈالی ہے ستاروں پہ کمند اہلِ زمیں نے
زہرہ کا وہ افسوں نہ فسانہ وہ قمر کا

ہر بات ہے خالد کی زمانے سے نرالی
باشندہ ہے شاید کسی دنیائے دگر کا!

۷۵

ہو کے صیقل سوزِ دل، چہرے سے لَو دینے لگا
نالۂ خاموش کی لَے بن گئی موجِ صدا

اس سے کچھ تبدیلیِ موسم کا ملتا ہے سراغ
غمزۂ غمّاز ہے رنگِ نگاہِ آشنا

ہے یہ موقع مغتنم اے ساقیانِ بزمِ جم!
میکشوں کے ہاتھ میں دے دو کلیدِ میکدہ

ربِّ آدم زاد کا آئینِ لاتبدیل ہے
دارِ فانی میں فقط حسنِ عمل کو ہے بقا

اپنے آئندہ کا ہر شخص آپ ذمّہ دار ہے
آپ اپنا وہ مسیحا، آپ اپنا ناخدا

ہے ہوس کے لب پہ ہر دم نعرۂ "ھَلْ مِنْ مَّزِیْد"؟
ہے یہ نعرہ ہی تو سرچشمہ نشاطِ کار کا

منصب و زر دل کے فکروں کو بڑھاتے ہیں فقط
صرف خاکِ گور ہی جوعُ البقر کی ہے دوا

کیا یونہی بنتا رہے گا رزقِ ناگ اس کا لہو؟

آدمی کیا ایک جنسِ رائیگاں پیدا ہوا؟

ہو نہ غافل زندہ رود احوالِ بعد الموت سے

کاروانِ زندگی کی ہے یہی بانگِ درا

اپنے نفس و اہلِ خانہ کو نہ بے جا تنگ کر

جس قدر طاقت ہے تجھ میں بوجھ اتنا ہی اٹھا

صاحبِ تخلیق کانٹے کی طرح کھٹکے اسے

ہے یہ دنیا ابتدا سے دشمنِ اہلِ نوا

ساحری موسیٰ کے آگے کیا کرے گا سامری

خلطِ مبحث اس کا مقصد تھا سو اس نے پا لیا

بیچیں روحوں کو جو جسموں کو بچانے کے لیے

ان کے لب پر بھی زوالِ علم و عرفاں کا گلہ!

لُقمے جن کے رشوتی ہیں، قول ہیں جن کے دروغ

خود کو گردانیں ازانِ اُمّتِ خیر الوریٰ

موجِ گُل کا کام لیتے ہیں سمومِ دشت سے

شکوہ جورِ دہر کا کرتے نہیں اہلِ وفا

موت سے پہلے کشاکش سے ملے کس کو نجات؟

قید و بندِ شوق سے ہو آدمی کیسے رہا؟

بڑھ کے ہے لہو و تجارت سے جو میرے پاس ہے،
لے مگر اس کو وہی توفیق دے جس کو خدا
بیٹھنے دیتا نہیں نچلا فراغت سے کبھی
مضطرب رکھتا ہے حاسد دل مرا مجھ کو سدا
نیم خوابی نیم بیداری میں شب میری کٹے
وقفے وقفے سے نہ جانے کون دیتا ہے ندا؟
کیوں نہ رکھوں وقت کے میں لمحے لمحے کا حساب؟
وقت میرا حال خالدؔ، وقت مستقبل مرا

۷۶

گنہ میرا گنا ہِ بے گناہی
کروں فریاد کس سے یا الٰہی؟

گلو افشاریِ اجرِ نے نوازی
جزائے سینہ تابی روسیاہی

متاعِ عیش بہرِ دوں نہاداں
مرا سرمایہ اشکِ صبح گاہی

عدو انصاف و عدل و راستی کے
جنھیں بخشی ہے تو نے کجکلاہی

قسم مجھ کو ترے شہرِ امیں کی
ہے بے حکمی میں ملکوں کی تباہی

لئیموں کا وطیرہ خوردہ گیری
کریموں کی ہے سنّت عذر خواہی

ہر اک شے اپنی قیمت مانگتی ہے
ہو تکیہ فقر کا یا قصرِ شاہی

کبھی دھلتے نہ دیکھی آنسوؤں سے
مقدّر کے نوشتے کی سیاہی

غزالو! کس سے سیکھا شیوۂ رم؟
کہاں سے لی ادائے خوش نگاہی؟

نظر دیدار سے بھرتی نہیں ہے
ندیدے پن کی لیکن ہے مناہی

کروں میں ہرزمیں میں تخم ریزی
وہ نہری ہو کہ بارانی کہ چاہی

گئے دن صحبتِ خوباں کے خالدؔ!
نہ لب خندہ نہ دزدیدہ نگاہی!

۷۷

میں ہر آن ہوں معرضِ امتحاں میں
حسابِ کم و بیشِ سود وزیاں میں

گزرتے ہیں بیدار اوقات میرے
مسلسل غمِ ہستیِ رائیگاں میں

مہ ومہر و انجم سے میں پوچھتا ہوں
کہاں ہے خدا؟ نیلگوں آسماں میں؟

کھلیں گے کمر بند کب جابروں کے؟
کب آئے گا دم، آدمِ ناتواں میں؟

مسلماں مانا کہ مرتا نہیں ہے
پہ رکھا ہے کیا اس کی عمرِ رواں میں؟

شکم پروری دین ایمان اس کا
ہے اسلام اس کا بس اسکی زباں میں

یہ خیر الامم آلِ خیر البشر کی
ہدف ہے تمسخر کا اہلِ جہاں میں

اٹھی لے کے پرچم جو علم وخرد کا
ہے جکڑی ہوئی دامِ وہم وگماں میں

نہیں اذن انسان کو بولنے کا
کہیں بھی کسی سرزمینِ اذاں میں

سلامت ہیں خیمے فقط رہزنوں کے
سماں خوانِ یغما کا ہے کارواں میں

شرابِ شبانہ کا پس خوردہ جرعہ
بکے مول ایماں کے کوئے مغاں میں

پئیں رشو کی مانند زہرِ ہلاہل
قلمکار دورانِ کارِ بیاں میں

گزند اس کو پہنچا سکے کون خالد
جسے رکھے رب اپنے حفظ داماں میں؟

۷۸

طے منزلِ اقرار کا جادہ نہیں ہوتا!
گردن سے جدا غم کا قلادہ نہیں ہوتا

ہر نغمہ نہ ہو جنبشِ مضراب کا محتاج
ہر نشہ رہینِ خُمِ بادہ نہیں ہوتا

کیا گردشِ دولاب نہیں گردشِ دوراں؟
کس رسم و روایت کا اعادہ نہیں ہوتا؟

محروم رہے محرمیِ رازِ نہاں سے
وہ فرد کہ دل جس کا کشادہ نہیں ہوتا

دم بھر کو نہ غافل ہو کہ حسنِ ستم ایجاد
سادہ نظر آنے پہ بھی سادہ نہیں ہوتا

کیوں حرفِ سپاس آئے کسی نوکِ زباں پر؟
حاصل کبھی حسرت سے زیادہ نہیں ہوتا

یہ دین ہے قدرت کی، یہ ہے کسب و ریاضت
فن میں کوئی فرقِ نر و مادہ نہیں ہوتا

مانا کہ سراسر ہے زیاں عشق میں لیکن
ہر کام تو از بہرِ افادہ نہیں ہوتا
کیوں ذہن گوارا کرے پابندیِ بے جا
کیا مردِ رضا، اہلِ ارادہ نہیں ہوتا؟
آزادہ روی میرے رگ و پے میں رچی ہے
میں بارکشِ دلق و لبادہ نہیں ہوتا
ہوں خود نگر اسبابِ تنعّم کے خواہاں
سر فقر کا جویائے وسادہ نہیں ہوتا!

کچھ اکبر اعظم ہی پہ موقوف نہیں ہے
کس شاہ کا مُلّا دو پیازہ نہیں ہوتا

٧٩

نہیں پیکِ فنا کی ہم کو پروا
وما نحنُ بمسبوقینَ کلّا

بکلِّ مؤمنٍ انّی رفیقٌ
فرشتہ موت کا ہم سے یہ بولا

ہماری ہیں سب افتادہ زمینیں
سر و سامانِ از خود رفتگاں کیا؟

ہوں کیوں قانع ہم آدھی زندگی پر
ملے گی عمرِ فانی کیا دوبارہ؟

ہے جدّ و جہد ہم پر فرض، ہر چند
جو لکھا جا چکا ہو کر رہے گا

مشیّت نے لبِ اظہار دے کر
فریضہ ہم کو گویائی کا سونپا

دلِ بیدار اہلِ فن سے پوچھو
ہے بارِ منصبِ پیغمبری کیا؟

وکلُّ ما ھُوَ آتٍ قریبٌ
وانَّ السّاعۃَ لا ریبَ فیھا

ڈر اپنے حسن کے انجام سے ڈر
ویومٌ ما یجعلُ الولدانَ شیبا

حِسانٌ قاصراتُ الطَّرفِ اترابٌ
گمان دنیا پہ ہے خلدِ بریں کا

حسینوں کے بھلاوے پر نہ بھولو
لتُرَدُّونَ الیہم بالمودّۃ

فقالت: ویحکَ انّی مغیبٌ
فاَولٰی ثُمَّ اَولٰی ثُمَّ اَولٰی

اے اربابِ کرم کے ریزہ چیں سن!
ورزقُ ربّکَ خیرٌ وّ ابقٰی

فلا تشکو الٰی غیرِ مصمّتٍ
خدا سے کر، اگر کرنا ہے شکوہ

طبیعت میری فوّاری کنواں ہے
ہوں دُردی کش خراباتِ مغاں کا

ہے وہ نارسا کی طرح خالد
سخن میں نام تیرا، کام تیرا!

۸۰

ہیں شعر و زمزمہ موجِ مئے مغانۂ دل
نشاط و غم کفِ دریائے بیکرانۂ دل

مثالِ صوتِ جرس دشتِ بے نوائی میں
سنائی دے ہمہ شب نالۂ شبانۂ دل

ہوں میں مغنیِ حرماں نصیبیِ انساں
ہے دردِ سر مرا اندوہِ جاودانۂ دل

ہے مجھ میں جو عصبیت بلا تعصب ہے
یہ کفرِ مومن و ایمانِ کافرانۂ دل

کر اے فروغِ دمِ زندگی کے خواہشمند!
بقدرِ ذوقِ طلب، فکرِ آب و دانۂ دل

نہیں ہے صیرفیِ خیر و شر کوئی اس سا
عیارِ صدق ہے میزانِ منصفانۂ دل

وہ ہرزہ کار کہ جس کا ضمیر زندہ ہو
ہو کافی اس کے لیے ضربِ تازیانۂ دل

منقش اس کے در و بام میکدے کی طرح
ہے رنگ و بو کا مرقع نگار خانۂ دل

متاعِ ہوش بھی، جنسِ جنون و جوش بھی ہے
ہر ایک مال سے معمور ہے خزانۂ دل

جب اپنی گوں ہو تو یارانہ گانٹھ لیتا ہے
ہو معتبر نہ ہر انداز عاشقانۂ دل

گماں اگرچہ گذرتا ہے خوش بیانی کا
نفس درازیِ فریاد ہے فسانۂ دل

عجب ہے کیا جو بدن برسرِ بغاوت ہے
ہے جڑ فساد کی طرزِ تحکمانۂ دل

زباں ہے محوِ فغاں، دم بخود ہے طائرِ جاں
کہ برق و باد کی زد میں ہے آشیانۂ دل

فشارِ خوں کی گھٹن سے رگیں چٹخنے کو ہیں
دھمک سے ہو کہیں تلپٹ نہ کارخانۂ دل

کسی کسی کے نوشتے میں ہو رقم خالدؔ
کشادِ غنچۂ آوازِ محرمانۂ دل!

زنانِ شہر و زلیخا و یوسفِ کنعاں

عزیزِ مصر کرے جا کے احتجاج کہاں؟

ہے دلفریب بہت ابتدائے شوق مگر

نہیں ہے قولِ وفا کا نباہنا آساں

ستیزہ گر رہے فرِّ شہی فقیری سے

نہ دے تطاولِ پرویز کوہکن کو اماں

ہے ہیر رانجھے کا کیدو عدوِ عربدہ جُو

مرید دحانی کا چاکر حریفِ سخت کماں

نفس نفس دمِ شمشیرِ خوفِ رسوائی

قدم قدم ہے رہِ عاشقی میں خطرۂ جاں

غلام ہیں بنی آدم بناتِ حوا کے

نہ اس میں قیدِ مکاں ہے نہ اس میں شرطِ زماں

ہے اپنی اپنی نظر، اپنا اپنا ذوقِ نظر

جدا جدا ہے مذاقِ جمالِ ہر انساں

"سمے سمے سبھے سندر نہ روپ ہے نہ کروپ"

بدلتے رہتے ہیں اندازِ فکر وطرزِ بیاں

خیالِ خام ہے امید ہم خیالی کی

ہے اپنے رنگ میں ہر کوئی راسخ الایماں

وہی خلش وہی احساس نارسائی کا

بنزدِ عشق میں فتح وشکست ہیں یکساں

یُجَاهِدُونَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ

وہ اہلِ درد فریضہ ہے جن کا فکرِ جہاں

کسی کو علم ہے حکمت کہاں سے آتی ہے؟

کہاں ہے منبعِ دریائے دانش وعرفاں؟

شکستہ حوض میں پانی ذخیرہ ہو نہ سکے

قرار پکڑے نہ قلبِ حریص میں ایماں

حریمِ ذات سے وابستہ ہیں وہ مطرب ہوں

رہے جو زمزمہ پردازِ عظمتِ انساں

پکارتا ہوں اَعِیْنُوْنِیْ یَا عِبَادَ اللّٰہ!

چمن میں مرغِ چمن کو نہیں ہے اذنِ فغاں

تھا ہم صفیر مرا ہی جمیل بن معمر

نہیں ہے گو مجھے دعوائے پاکیِ داماں

کنارہ کش میں ہوا رنگ و بو کی بزموں سے
بہ دوں نوازیِ شانِ کریمیِ خوباں
ہے ذکر میری غذا اہلِ آسماں کی طرح
مدام پیشِ نظر میرے فردِ سود و زیاں
بقدرِ طاقت و توفیق سعی کر خالد
ہوا نہ ہو سکے پورا کسی سے کارِ جہاں!

گلستاں بہرِ مرغانِ خوش الحاں — بنا اک بے در و دیوار زنداں

جہاں ڈر ہے وہاں گھر ہے ہمارا — ہوا خوابِ شکر خوابی پریشاں

حصارِ جسم کی ہو خیر یا رب! — بھڑک اٹھا چراغِ زیرِ داماں

کہیں کیا کھائے پیچ و تاب کیا کیا — لبِ گویا بخوفِ حرفِ گیراں؟

ہوئے ہیں سیر دکھ کا جام پی کر — سبک مایہ ہیں لیکن ہیں گرانجاں

کرے یاد آ کے فرقت میں اداس اور — وصالِ ایرج و بلّور و بُرّاں

اثر کیا اس پہ ہو حرف دہر کا؟ — حریصِ جاہ و زر ہے طبعاً انساں

شکارِ بے بسِ مرگِ مفاجات — یہی ہے شاہکارِ صنعِ یزداں؟

ہوا اظہار سے محروم جب سے — ہے رسوائے جہاں مردِ مسلماں

تمھارے جسم کا بھی تم پہ حق ہے — اے اہلِ ذکر! اے شب زندہ داراں!

محبّت بھی کبھی ہوتی ہے مشروط؟ — کبھی کرتے ہیں سانجھ الفت میں خوباں؟

نگاہوں کا کلام بے تکلّم — خوشا اندازِ پرسش ہائے پنہاں!

ختن - دشتِ سخن تھا جن کے دم سے — کہاں ہیں وہ غزالانِ غزل خواں؟

لڑائی سے زیادہ دھاک مارے — ہے شہرت بھی عجب نیرنگِ دستاں!

یہی کچھ ہے سر و سامانِ خالدؔ!

دلِ حیراں، دماغِ ہرزہ جولاں!

۸۳

آزاد ہوں پہ اپنی رضا کا مشقّتی
مزدور کے دنوں کی طرح میری زندگی
یارب مجھے بتا کہ میں کس راہ پر چلوں؟
کس کس جگہ کی ٹھوکریں قسمت میں ہیں ابھی؟
دل ہے کہ تشنۂ سخنِ نا تمام ہے
گو عمر ساری مشقِ سخن میں گزر گئی
ہیں اہلِ فن بھی اپنی جگہ حِیَّ لایموت
کرتے ہیں بندگی میں بھی رب کی برابری
کیسے نَفَخْتُ رفیہ کا مصداق ہو فنا؟
کس نے کہا کہ حاصلِ ہستی ہے نیستی؟
حاصل ہو عیش جس قدر اتنی ہوس بڑھے
انسان کا شکم بھرے بس خاکِ گور ہی
ابنُ الکتُب ہی بنتے ہیں آخر ابوالکتُب
ضائع کسی کی محنتِ پیہم نہ ہو کبھی

وہ نازنیں ہو رہزنِ تمکیں کہ جس میں ہو

چہرے کے ساتھ ذہن کی بھی خوبصورتی

اے نادہندِ وعدہ بھی تو ایک قرض ہے

مردِ آدمی پہ فرض ہے جس کی ادائیگی

اس چشمِ نازِ مست میں ہر دم نیا خمار

اس عارضِ ملیح پہ نت تازہ دلکشی

انگ انگ پور پور میں تیری ہوں اے کٹھور!

کہتی تھی جو، ملی جو کل آنکھیں چرا گئی

حکمِ خدا و قولِ پیمبر کے نام پر

ہم اپنی خواہشات کی کرتے ہیں پیروی!

حرفِ ثنا ———— محشر بدایونی

ماذ ماذ ———— عبدالعزیز خالد

عبدہٗ ———— عبدالعزیز خالد

حمد و نعت ———— ابوالامتیاز ع س مسلم

نعت خاتم المرسلین ———— راجا رشید محمود

طاب طاب ———— عبدالعزیز خالد

حمطایا ———— عبدالعزیز خالد

مسدس حالی	مولانا حالی
دیوانِ غالب	میرزا غالب
تلخیاں	ساحر لدھیانوی
حدیثِ خواب	عبدالعزیز خالد
سرابِ ساحل	عبدالعزیز خالد
زرِ داغِ دل	عبدالعزیز خالد
رنگ و آہنگ	عدمؔ
ناقۂ لیلیٰ	ساغر صدیقی
نیم سوز	قمر نقوی